جرمِ توہینِ رسالتؐ

فقہ حنفی کی روشنی میں

تصنیف:

مفتی محمد اقبال سعیدی
شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف

صفہ فاؤنڈیشن

حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف

اوچ شریف کی مردم خیز دھرتی اپنی علم دوستی، روحانی وعلمی فیاضی اور تدریس علوم دینیہ کے حوالہ سے بہت بڑا معتبر نام ہے۔ ۱۰۰۰ ہزار برس قبل بھی یہاں جامعۂ اسلامیہ قائم تھی۔ جس کے سربراہ حضرت سید صفی الدین حقانی گاذرونی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پانچ دریاؤں کے اس سنگم پر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس ریاست کو فتح کیا تو اس کے بعد برصغیر میں اسلامی تشخص اس بابرکت دھرتی کے نام ہو کر رہ گیا: بعد میں حضرت سید جلال الدین سرخپوش بخاری اسی دھرتی کے بہار موسموں کا لطف اٹھانے بخارا سے ہجرت کر کے تشریف آراء ہوئے، اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ کے خانوادۂ عالیہ کے جلیل القدر مشائخ میں حضرت جمال درویش خنداں رُو اور حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی کی خانقاہوں نے فروغ علم میں پوری دنیا میں فیض تقسیم کیا۔ پھر سید احمد کبیر بخاری کے فرزند والا شان سیدنا مخدوم جہانیاں جہانگشت علیہ الرحمہ کے نام نامی سے برصغیر کا کون سا مسلمان ہے جو آپ کی جلیل القدر شخصیت کی جلالت علمی اور قدآور روحانی شخصیت سے واقف نہ ہو۔ پایۂ تخت دھلی نے آپ کے علوم و فیوض سے عامۃ المسلمین کو سرفراز کرنے کے لیے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین کا جلیل القدر منصب عطا کیا، اس زمانہ کے شاہانِ دھلی کی سعادت مندی کا یہ حال تھا کہ جب بادشاہ اوچ شریف حاضر ہوتا تو ۵ میل دور پڑاؤ کرتا اور پھر ننگے پاؤں چل کر بارگاہ مخدوم میں حاضر ہوتا۔ اس واقعہ کا ذکر ہم نے جناب مخدوم کی بارگاہِ حشمت پناہ کی اظہارِ جلالت کے لیے نہیں کیا بلکہ شاہانِ زمانہ کی علم دوستی،

نیاز مندی اور خدا خوفی اجاگر کرنے کے لیے کیا ہے۔ بعد میں غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم المرتبت شہزادے سیدنا محمد غوث (بندگی) بغداد شریف سے ہجرت کر کے اوچ شریف ہی کرم بار ہوئے یہیں آپ کے صاحبزادگانِ والا شان نے علم حاصل کیا۔ اور آپ کے بیٹے سید عبدالقادر جیلانی نے اسلام کی خدمت کی وجہ سے ''ثانی محبوب سبحانی'' کا لقب حاصل کیا، متصوفین اور سالکانِ طریقت آج بھی بغداد نہ جاسکیں۔ تو محبوب سبحانی (ثانی) کی بارگاہ میں اوچ شریف حاضر ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں پرلطف بات یہ بھی ہے کہ اوچ شریف ہی میں سیدنا عبدالملک بخاری شبیہہ رسول (ﷺ) تشریف آراء ہیں تو ''ثانی حیدرِ کرار'' سیدنا جلال الدین سرخپوش بخاری کا مزار بھی مرجع خلائق ہے۔ سادات بخاری ہوں یا گیلانی برصغیر پاک و ہند میں ان سب کا منبع فیض نسب اوچ شریف ہی میں جا کر ملتا ہے۔

اسی علم افزاء دھرتی پر ریاست بہاولپور کے صدرالعلماء حضرت مولانا قادر بخش صاحب پھل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولاد نے بھی ۲۰۰ برس سے علمی آب و تاب کے موتی لٹائے: اب اسی خانوادۂ علمی کے عظیم فرزند استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر، شیخ الفقہ حضرت مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی ہیں۔ جو بیک وقت ایک بلند فکر فقیہہ عظیم المرتبت مفسر قرآن۔ دلائل قاہرہ سے مسلح مناظر اسلام بہت ہی دھیمہ لب و لہجہ کے حامل استاذ الحدیث اور علومِ نقلیہ وعقلیہ کے زبردست ماہر ہیں۔ حضرت غزائی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز شاگرد اور خلیفہ مجاز ہیں۔ ۳۵ برس سے مسلسل مسند تدریس علومِ دینیہ کو رونق بخشی ہوئی ہے۔ غزائی دوراں کی وصیت اور آخری خواہش پر مدرسہ انوار العلوم میں مسند حدیث پر حضرت موصوف کے وصال کے سال سے مسلسل اب تک شیخ الحدیث کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ، مولانا عبدالکریم خان صاحب امین آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسے جید اساتذۂ فن سے فیض یاب ہوئے مدرسہ انوارالعلوم میں غزائی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ بعدۂ سراج العلماء حضرت سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے دارالعلوم حزب الاحناف میں دوبارہ دورۂ حدیث پڑھا۔ جامعہ نعیمیہ میں بھی کچھ عرصہ فیض یاب ہوئے

حضرت سراج الصوفیہ سید محمد معصوم جیلانی شاہ صاحب نے نوری مسجد ریلوے اسٹیشن کے آغاز میں حضرت مفتی محمد اقبال صاحب کو ایک عرصہ خطیب نوری مسجد کے اعزاز کی صورت میں اپنے خصوصی تقرب اور فیض سے نوازا۔ استاذ العلماء مولانا محمد منظور احمد فیضی سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کی ان شیوخ المسلمین کی علمی روحانی اور عملی جھلک مفتی محمد اقبال سعیدی صاحب کی زندگی میں ظاہر ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بلند پایۂ عالم اور استاذِ فنون اس قدر سادگی شعار نہیں دیکھا یہ سنت رسالت مآب ﷺ پر سراپا عمل کی مسلسل کوشش کا جیتا جاگتا شاہکار۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔ دشمنانِ اسلام ہوں یا مخالفین اہلسنّت تمام لوگوں پر آپ کے علمی رعب و دبدبہ کی ہیبت ظاہر ہے۔ مسکت علمی جواب دینا آپ کا خاصہ ہے۔

زیر نظر کتاب ''جرم توہین رسالت فقہ حنفی کی روشنی میں'' حضرت مفتی صاحب کی تصنیف ہے جسے شائع کرنے کی سعادت صفہ فاؤنڈیشن کو حاصل ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم طبقہ میں موجب استفادہ ہوگی اور ایسے جلیل القدر عالم دین جو گوشہ نشینی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ علماء اور عوام اہلسنّت کا رابطہ کرنے کا اعزاز بھی صفہ فاؤنڈیشن کو حاصل ہوگا۔

بلاشبہ ایسے جلیل القدر علماء کی اس وقت اہلسنّت کو شدید ترین ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو فیض علم نبوت عام کرنے کی سہولت عطا فرمائے۔ فاؤنڈیشن انشاء اللہ ان کی دیگر تصانیف کو بھی منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کرتی رہے گی۔

والسّلام

عمر حیات قادری

چیئرمین ''صفہ فاؤنڈیشن'' لاہور

پاکستان

۲۵- جنوری ۲۰۰۴ء

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام علی سیّدالمرسلین
محمد وعلٰی سائرالانبیاء والمرسلین اجمعین

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام بڑائی ہے جس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو خاتم النبیین کا منصب جلیل عطا فرمایا اور تمام رسولوں پر ایمان لانا امت محمدیہ پر لازم فرمایا تو ہر ایک رسول کی اہانت وگستاخی مسلمانوں کے لیے باعث ایذاء قرار پائی۔

الحمدللہ کہ پاکستان کے قانون میں گستاخی رسالت کی سزا' سزائے موت قرار پائی۔ جب سے یہ قانون پاکستان میں نافذ ہوا۔ اس کا سب سے زیادہ خوف فرقہ مرزائیہ کو ہوا۔ جس کے بانی نے سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ وعلیٰ امھا السلام کے بارے میں اپنی تصنیفات میں غلیظ گالیاں لکھ کر چھاپی تھیں۔ اس لیے انہوں نے دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیوں وغیرہم کو اکسایا کہ وہ اس قانون کو ختم کروانے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ کچھ دوسرے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں اور مسلمان کہلانے والے کلمہ گو افراد پر گستاخی رسالت کے مقدمات قایم کریں تاکہ دین سے کم واقفیت رکھنے والے جج اگر غلط فیصلہ کر بیٹھیں تو اس قانون کی بدنامی ہو۔ اسی دوران میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب (المعروف شاعر مشرق) کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب بھی سامنے آگئے۔ جو علاوہ نسبی شہرت کے ہائی کورٹ یا اس سے اوپر کے جج کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے اور

پھر میاں نواز شریف صاحب کی مسلم لیگ نے انہیں سینٹ کی رکنیت بھی دلا دی۔ سینٹ کی رکنیت کے دوران جاوید اقبال صاحب نے ایک بیان دیا جو ۸ جولائی ۱۹۹۴ء کے ''روزنامہ نوائے وقت مسلمان وغیرہ'' میں شائع ہوا کہ اسلامی قانون میں غیر مسلموں کو توہین رسالت کے ارتکاب پر سزا نہیں دی جاسکتی۔ (یاد رہے کہ پاکستان کے قانون میں مرزائیوں کے دونوں فرقے غیر مسلم قرار دیے جاچکے ہیں اس لیے اس بیان کا تعلق بھی ان سے بنتا معلوم ہوتا ہے)۔

انہوں نے کہا یہ اس لیے کہ فقہ حنفی میں اس سزا کی کوئی گنجائش نہیں اس سلسلے میں انہوں نے بقول اپنے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے کچھ اردو عبارات پیش کیں اور دعویٰ کیا کہ فقہ حنفی اس پر کوئی سزا نہیں دیتی اور یہ بھی کہا کہ سلاطین اسلام اور سلاطین ہند کا مروجہ قانون بھی ہمیشہ سے اس جرم پر سزا کی نفی میں جاری رہا مگر اپنے اس قول کا کوئی غلط حوالہ بھی پیش نہیں کیا۔

بدقسمتی سے اس سے قبل اسلامی فقہ کے حنفی بلاک کے مخالفین نے بھی بڑی شدت سے یہ پروپیگنڈہ کیا تھا کہ حنفی علماء غیر مسلموں کے لیے توہین رسالت کے جرم کی سزا کے قائل نہیں۔ یہاں تک کہ بعض حنفی علماء جنہوں نے اس موضوع پر تحقیق نہیں کی تھی یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ بات سچ ہے۔ اس لیے فقیر نے اس غلط پروپیگنڈہ کا پردہ چاک کرنے کا فیصلہ کیا۔

ماہنامہ السعید کے موقر مدیر مسؤل حضرت صاحبزادہ سیّد حامد سعید کاظمی صاحب نے اشاعت کی حامی بھرلی۔ لیکن بات مجھ تک پہنچتے پہنچتے جولائی ۱۹۹۴ء کا مہینہ قریب بہ اختتام پہنچ چکا تھا۔ اگست کا شمارہ شائع ہونے والا تھا لہٰذا اس ماہنامہ میں مختصر اشتہار دیا گیا کہ اگلے شمارہ میں جواب شروع ہو رہا ہے۔ اس طرح ماہ ستمبر کے شمارہ سے یہ مضمون قسط وار شائع ہونے لگا۔

بندہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے غلط اور بعض اصل مضمون سے غیر متعلق ہیں اور یہ کہ سلاطین اسلام پر بھی ڈاکٹر صاحب نے غلط الزام لگایا اگر بالفرض سلاطین ایسا کرنا بھی چاہتے تو علماء ان کے سامنے ان کے مقابل موجود تھے۔

اور یہ سب کچھ حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں بعض امکانی اعتراضات کا بھی جائزہ لیا گیا۔ بعض عیسائی پادریوں کے دور از کار اندیشوں پر بھی غور کیا گیا۔ جس کی تفصیل آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ صرف ہمارے آخری نبی ﷺ کو بلکہ سیّدنا موسیٰ و سیّدنا عیسیٰ علیہما السلام سمیت تمام پہلے نبیوں میں سے کسی کو بھی گالی دینا ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور اس قانون کی زد میں آتا ہے۔ ایک مسلمان حاکم ہو یا رعایا اس سلسلے میں کوئی ردّ و رعایت نہیں کرسکتا۔

یاد رہے کہ دیگر اسلامی فقہوں اور حنفی فقہ میں اختلاف صرف قانون کے نام کا ہے کہ اس سزا کو حد کہیں گے یا تعزیر۔ سزا پر سب متفق ہیں۔ اس کے باوجود اگلے اوراق میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس سزا کو حد کا نام دینے میں کچھ قانونی سقم ہیں جو تعزیر کے لفظ میں نہیں۔

نیز اس مغالطہ کا بھی ازالہ کیا ہے کہ ہر تعزیر کو حاکم معاف کرسکتا ہے۔ بتایا گیا کہ کچھ تعزیریں وہ ہیں جن میں کمی بیشی یا عفو کا حاکم کو اختیار ہے اور کچھ وہ ہیں جن کی تعزیری مقدار کی تعیین نص حدیث سے ثابت ہے۔ ان میں کمی بیشی یا عفو کا حاکم کو کچھ اختیار نہیں۔ اور یہ سزا باتفاق فقہاء اسلام نص حدیث سے ثابت ہے لہٰذا اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔

اس مضمون کے دوران لا اکراہ فی الدین (دین میں جبر نہیں) سے اس مسئلہ پر امکانی اعتراض سے تعرض نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ یہ اعتراض کسی نے نہیں کیا تھا۔

اب اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ گستاخی رسالت کے ارتکاب پر غیر مسلم کو سزائے موت جرم کی سزا ہے۔ جیسا کہ قتل ناحق کی سزا قتل ہے۔ یہ اکراہ فی الدین نہیں۔ جبر تو اس وقت ہوتا کہ ہم اس کو مجبور کرتے کہ وہ مسلمان ہو جائے جبکہ بشمول حنفی فقہ کسی فقہ اسلامی میں یہ بات نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اس کے مسلمان ہونے پر یہ سزا معاف ہو جاتی تو شاید کسی کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ سزا کے خوف کو اسلام پر مجبور کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔مگر ایسا بھی نہیں کیونکہ غیر مسلم گستاخی رسالت کا ارتکاب کرنے کے بعد مسلمان ہو جائے تو بھی سزا معاف نہیں ہوتی۔ یہاں پر دو سوال اور بھی ابھر سکتے ہیں ایک یہ کہ غیر مسلم اقوام سے جنگ سے قبل انہیں یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں تو جنگ نہیں کی جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ایک مسلمان جب گستاخی رسالت کے سبب کافر ہو جائے تو اس کے لیے دو ہی راستے ہیں۔قتل یا اس جرم سے توبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہونا۔معترض کی غرض یہ ہے کہ ہر دو امور مذکورہ سے جبر علی الاسلام ثابت ہوتا ہے جو لااکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔ ان کے جواب میں عرض ہے کہ جنگ سے قبل پیغام یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا اپنے دین پر رہتے ہوئے صلح کرکے ذمی ہو جائیں یا جنگ کریں۔ جب اپنے دین پر رہنے کی بھی اجازت ہے تو اسے جبر کہنا عقل و انصاف کا منہ چڑاتا ہے۔

قدوری میں ہے۔ **واذا ادخل المسلمون دارالحرب فی فحاصروا مدینة اوحصنا دعوھم الی الاسلام فان اجابوھم کفوا عن قتالھم وان امتنعوا دعوھم الی اداء الخیریة فان بذلوھا فلھم ماللمسلمین وعلیھم ماعلیھم۔**

(قدوری ص ۳۹۴ طبع مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی)

جب مسلمان کافروں کے ملک میں جنگ کے لیے داخل ہوں اور کسی شہر یا کسی قلعے کا محاصرہ کرلیں تو اس شہر اور قلعے کے باسیوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اگر

وہ اس کو مان لیں تو ان سے جنگ روک دیں گے۔ اور اگر وہ اسلام کے ماننے سے انکار کر دیں تو پھر انہیں جزیہ ادا کر کے ذمی بننے کی دعوت دیں گے۔ اگر وہ اسے مان لیں تو ان کے لیے مسلمانوں کے برابر حقوق ہوں گے اور جرم اور سزا کے بارے میں مسلمانوں پر جس قسم کے قوانین لاگو ہوں گے وہ ان پر بھی لاگو ہوں گے۔ (قدوری ص ۳۹۴ طبع مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی)

رہا یہ امر کہ تصریحات فقہا کے مطابق اہل عرب کے مشرکین کے لیے **تقاتلونهم اویسلمون** دو ہی چیزیں رکھی گئی ہیں۔

(۱) جنگ یا (۲) اسلام۔ تو اس کی وجہ ان کو اسلام پر مجبور کرنا نہیں بلکہ مرکز ملت یعنی دینی ریاست کے مرکزی مقام سے مخالف عناصر کی وطنیت ختم کرنا ہے علاوہ ازیں یہ بھی صرف مشرکین کے لیے ہے اہل کتاب کو سوائے مکہ اور مدینہ میں توطن کے ''عرب کے غیر خطرناک علاقے'' میں ذمی رہتے ہوئے سکونت مل سکتی ہے۔ جبکہ باقی مملکت میں جزیہ والے بھی رہ رہے ہیں تو یہ جبر فی الدین نہ ہوا بلکہ جبر فی منع التوطن ہوا۔ قرآن نے جبر فی ترک الوطن کی نہیں بلکہ جبر فی الدین کی نفی کی ہے۔ اور جبر فی الوطن بھی ایک محدود علاقے میں ہے پوری ریاست سے اخراج کی بات نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے خیبر اور نواحِ مدینہ کے یہودیوں کو نکالا تو حجاز سے نکال کر اسلامی ریاست کے علاقے تیماء اور اریحا میں رہنے کی اجازت دے دی۔ جبکہ اس قبل یہودی ذمی رہتے ہوئے کئی سال تک اسلامی ریاست میں بستے رہے اور ایسا تو ہر ملک میں ہوتا ہے کہ فوجی اہمیت کے مقامات حاصل کرنے ہوں تو اپنے عوام کو بغیر کسی جرم کے وہاں سے اٹھا دیا جاتا ہے اور فوج وہاں رہتی ہے تو اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ سولین عوام کو فوج کی ملازمت پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل عرب کے مشرکین کے لیے جنگ یا اسلام کا راستہ باقی رکھنا اور ذمی بننے کی گنجائش نہ دینا انہیں اسلام لانے

پر مجبور کرنے کے لیے نہیں وہ کسی اور شہر یا بستی میں حدود حرم سے باہر چلے جائیں تو پھر ان کے لیے بھی تین راستے ہو جائیں گے۔ جنگ۔ ذمی بنتے ہوئے ٹیکس دینا۔ یا اسلام لانا۔ باقی جو آیت بطور اعتراض اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہے وہ مشرکین مکہ سے متعلق نہیں بلکہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہونے والوں کے لیے ہے۔ دیکھئے پوری آیت اس طرح ہے **قل للمخلفین من الاعراب ستندعون الیٰ قوم اولی باس شدید تقاتلونهم اویسلمون** (الفتح: ۱۶/۴۷) آپ فرمادیں ان دیہاتی مسلمانوں سے جو آپ کے ساتھ اس سفر میں ہمراہ جانے سے پیچھے رہے کہ عنقریب تمہیں ایک شدید جنگجو قوم (سے جنگ) کی طرف بلایا جائے گا۔ تمہیں ان سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (یعنی مسیلمہ کذاب کے حامیوں اور منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنی ہوگی۔)

رہا دوسرا اعتراض کہ ایک مسلمان گستاخی رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کے لیے قتل یا توبہ صرف دو امر کی پابندی ہے جو جبر فی الدین ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً ایسے شخص کے بارے میں فقہائے مسالک اسلام کا اختلاف ہے متنازعہ مسئلہ میں تمام امت کو الزام دینا اصول بحث کے خلاف ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ کے نزدیک گستاخی رسالت کے مرتکب کے قتل کا قانون کفر کے باعث نہیں بلکہ حق رسول کے باعث ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ کفر سے توبہ کے باوجود قتل برقرار رہے گا۔ بعض حنفیہ بھی باوجود توبہ اس کے قتل کے قائل ہیں۔ اس لیے ان کے لیے دوسرے راستہ کی گنجائش نہیں دیتے تو یہ جبر فی الدین نہ ہوا ورنہ اسلام میں واپس آنے سے سزا ختم ہو جاتی ہے۔ رہے جمہور فقہاء حنفیہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کفر پہلے کسی اور سبب سے لازم ہوا پھر گستاخی کی تو وہ ایک غیر مسلم کی طرف سے توہین ہے جس کے احکام اس رسالہ میں مفصل بیان ہوں گے۔ اور اگر کفر اسی گستاخی کے سبب لازم ہوا تو اس کی توبہ اور نئے سرے سے اسلام لانا اسے مسلمان بنا دے گا اور مرتد کا اسلام صرف اس طرح ہوتا ہے کہ وہ جس کلمہ کے سبب کافر ہوا۔ اسی کا کفر ہونا مان کر اس سے

برأت کا اظہار کرے لہٰذا اس کی توبہ کے بعد قتل ٹل جائے گا۔ بہرحال اس تمام تر اختلاف کے باوجود یہ جبر اہل اسلام پر ان کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے ہے۔ تاکہ اپنے معاشرہ کو تخریب سے محفوظ رکھا جائے۔ لہٰذا وہ شخص اگر دوسرے ملک بھاگ جائے تو جب تک وہ ملک مسلمانوں کی حکومت کے تحت نہ آئے اسے قتل نہ کریں گے تو یہ بھی جبر فی التوطن کے ساتھ ملحق ہوا۔ (مزید تفصیل آگے آتی ہے) دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مدینہ سے نکالا تو انہیں کافروں کے ملک میں دھکیلنے کی بجائے عرب ہی کے ایک علاقے میں اپنی مملکت میں رہائش دی۔

تاریخ الخلفاء میں ہے **وهوالذی اخرج اليهود من الحجاز الى الشام واخرج أهل نجران الى الكوفة** (تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۳۷ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی حضرت عمر ہی وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے یہودیوں کو حجاز سے نکال کر ملک شام میں ٹھہرایا اور نجران کے عیسائیوں کو حجاز سے نکال کر عرب ہی کے ایک علاقے کوفہ میں ٹھہرایا۔ (تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۳۷ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)

بہرحال زیرغور مسئلہ اس آیت کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک رسول کے گستاخ کا قتل واجب ہے اور یہ فقہا کے دونوں فریق حنفیہ اور غیر حنفیہ کا اجماعی مسئلہ ہے کہ اس کا قتل لازم ہے یاد رہے کہ یہاں انبیاء علیہم السلام کی توہین سے مراد وہ واضح گستاخی ہے جو صریح گالی ہو یا صریحاً نقص وعیب لگانا ہو رہا کفر و ارتداد کا ارتکاب جیسے شرک کرنا یا یہودی عیسائی بننا یہ حرام اور کفر و ارتداد تو ہے مگر توہین رسالت نہیں لہٰذا اس سے توبہ بالاتفاق مقبول ہے۔

آخر میں میں ایک مرتبہ پھر کہوں گا کہ لااکراہ فی الدین کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی رضامندی سے دین اسلام میں داخل ہو یا وہ خاندانی مسلمان ہو پھر وہ مرتد ہو جائے تو ہم اسے اسلام پر رہنے کے لیے قتل کی سزا کے ذریعہ مجبور نہیں

کر سکتے۔ آخر کیوں نہیں؟ قرآن شریف میں لااکرہ فی الدین فرمایا ہے یعنی دین اسلام کے اندر (آنے کے لیے) کوئی جبر نہیں ہے۔ لا اکراہ فی الدین نہیں فرمایا۔ کہ دین اسلام پر (قائم رہنے کے لیے) کوئی جبر نہیں۔ ہمارے احکام شرع بیان کرنے والے علماء نے ان دونوں مسئلوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا۔

دیکھئے فقہا نے فرمایا **المکرہ علی الاسلام اذا ارتد لایقتل استحساناً۔** جس آدمی کو اسلام میں دخول پر مجبور کیا گیا وہ جب مرتد ہوگیا تو اس کو استحساناً قتل نہیں کیا جائے گا۔ (عالمگیری جلد دوم ص ۲۹۷)

نیز فرمایا **المکرہ علی الکفرلا یحکم بکفرہٖ اذاکان قلبہ مطمئناً بالایمان بخلاف المکرہ علی الایمان انہ یحکم بایمانہٖ** (بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۱۷۸)

یعنی اگر کسی مسلمان کو کفر میں داخل ہونے پر مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا اس کے برخلاف اگر کسی کو ایمان کے دائرہ میں داخل ہونے پر مجبور کیا گیا اور وہ ایمان لایا تو ہم اسے ایمان دار مان لیں گے۔
(بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۱۷۸)

لیکن پھر کیا ہوگا اگر وہ اسلام پر نہ رہے فرماتے ہیں۔ **ولواکرہ علی الاسلام فاسلم ثم رجع یجبر علی الاسلام ولایقتل بل یحبس ولکن لایقتل۔** یعنی اگر کسی کو اسلام لانے کے لیے مجبور کیا گیا اور وہ مسلمان ہوگیا پھر وہ اسلام سے پھر گیا تو ہم اس پر اسلام کے لیے دباؤ ڈالیں گے لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قید کر دیں گے۔ لیکن اسے قتل پھر بھی نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی قید میں اس طرح کا سلوک بھی نہیں کیا جائے گا جس سے اس کی موت کا امکان غالب ہو)۔

وکذلک الکافر اذا أسلم ولہ أولاد صغار حتی حکم باسلامھم تبعا لابیھم فبلغوا کفاراً یجبرون علی الاسلام ولا یقتلون (بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۱۷۸)

اسی طرح کفار جب مسلمان ہوں اور ان کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوں جن

کو ان کے باپ کے تابع قرار دیتے ہوئے مسلمان قرار دے دیا گیا پھر وہ بالغ ہوئے تو کافر بن گئے ایسوں کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا مگر انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۱۷۸)

خلاصہ یہ کہ مسلمان کو اگر قتل کی دھمکی دے کر کافر بنایا جائے تو اس سے پوچھا جائے گا اگر وہ دل سے مسلمان رہا تو اسی اکراہ پر عمل کا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور ہم اسے مسلمان ہی تسلیم کرلیں گے اسی طرح وہ شخص جس کو کسی نے اسلام پر مجبور کیا تھا ہم اس کے اسلام پر شک نہیں کریں گے۔ (اس لیے کہ شاید وہ دل سے مسلمان ہوا ہو) لیکن اگر وہ کافر ہو جائے تو ہم اسے ہلکی سی سزا یعنی قید تو دے سکتے ہیں لیکن نہ اسے قتل کرسکتے ہیں اور نہ اسے قتل کی دھمکی دے سکتے ہیں۔ اس لیے کہ مسلمان ہونے پر مجبور کرنا ہی ہمارے نزدیک غلط تھا۔ تاہم اس کے زبانی اقرار کے بعد اسے کافر کہنے کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے جب وہ دوبارہ کافر ہوا تو اس امر میں شک ہو گیا کہ وہ مسلمان ہو کر کافر ہوا ہے یا کافر رہتے ہوئے اس نے کفر کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ اس کے دین اسلام چھوڑنے کا اور مرتد بننے کا یقین اس لیے نہیں ہوا کہ اس کے مسلمان بننے کا یقین نہیں تھا۔ محض شک تھا اور شک کی بنا پر ہم اسے قتل نہیں کرسکتے اور کسی کافر کو دین پر لانے کے لیے بھی مجبور نہیں کرسکتے اس لیے قتل نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی شک تھا کہ وہ واقعی مسلمان ہو کر پھر کافر بن گیا ہو۔ اس شک کی بنا پر قید کی سزا دی ہے۔

رہا وہ شخص جو راضی خوشی مسلمان ہوا یا وہ مسلمان تھا اور پھر کافر ہو گیا تو اس کو دین پر قائم رکھنے کے لیے قتل کی واقعی دھمکی موجود ہے۔ چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں۔

اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعیاذ باللہ عرض علیہ الاسلام فان کانت لہ شبھۃ أبداھا کشفت الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب بل مستحب کذا فی فتح القدیر۔

(عالمگیری جلد ص ص ۲۵۳ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

(فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۰۸-۳۰۷ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی مسلمان جب عیاذاً باللہ اسلام سے پھر جائے تو اسے اسلام کی دوبارہ دعوت دی جائے گی (اور قوت حاکمہ اس بات کا انتظام کرے گی) کہ اگر اس کا کوئی شبہ ہو جس کو اس نے ظاہر کیا ہو تو اس میں اس کی تسلی کرائی جائے گی۔ تاہم بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی دعوت دینا صرف مستحب ہے ضروری نہیں۔

(عالمگیری جلد ۲ ص ۲۵۳ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

(فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۰۸-۳۰۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قتل هذا اذا استمهل فامااذا لم يتسمهل قتل من ساعته ولا فرق في ذلك بين الحر والعبد كذا في السراج الوهاج

(عالمگیری جلد ۲ ص ۲۵۳ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

یعنی مرتد کو بشرطیکہ وہ اسلام پر غور کرنے کے لیے مہلت مانگے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی اور اگر اس کے بعد مسلمان ہو گیا تو کوئی سزا نہیں ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور اگر کسی نے مہلت نہیں مانگی تو اسے اسی وقت قتل کر دیا جائے گا اور اس بارے میں آزاد اور غلام کا کوئی فرق نہیں۔

(عالمگیری جلد ۲ ص ۲۵۳ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

الحمدللہ آیت لااکراہ فی الدین کا مطلب بھی واضح ہو گیا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ اور صفہ فاؤنڈیشن کے جملہ اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے جو اس اہم مقالے کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

والسلام

محمد اقبال سعیدی بقلمہ

شیخ الحدیث مدرسہ انوارالعلوم، ملتان

توہین رسالت کے جرم پر غیر مسلم کے لیے سزا

ریٹائرڈ جسٹس، سینئر جاوید اقبال صاحب نے سرور کونین ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاوید اقبال صاحب کی نظر میں توہین رسالت کوئی بہت بڑا اور سنگین جرم نہیں ہے۔ اگر چہ ان کے الفاظ تو مختلف ہیں لیکن جو دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے جو پیرائیہ اظہار منتخب فرمایا ہے اس سے یہ تاثر بہت واضح طور پر ملتا ہے کہ شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کو جس قدر شدید اور سنگین جرم گردانا گیا ہے یہ حقیقت ان کے خیال میں قرآنی تعلیمات اور گزشتہ ہندی مسلمان حکمرانوں کے تعامل کے خلاف ہے۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کا مرتکب اگر غیر مسلم ہو تو شریعت اسلامی میں اس غیر مسلم کے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔ اور ''فتاویٰ عالمگیری'' کا غلط حوالہ دے کر انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فقہ حنفی کی اس مشہور کتاب میں بھی ''غیر مسلموں'' کو ''توہین رسالت'' کے جرم کی سزا سے مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے قرآن مجید کی آیت کریمہ ''لکم دینکم ولی دین'' کی رو سے بھی ''غیر مسلم'' شریعت کے اس قانون کی زد میں نہیں آتے۔ علاوہ ازیں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ مغل بادشاہوں کے دور میں بلکہ اس

سے پہلے بھی غیر مسلموں کو اسلامی عقائد اور اصولوں کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا تھا یعنی شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والے کو کوئی سزا نہیں دی جاتی تھی۔

اپنے بیان میں انہوں نے فتاویٰ عالمگیری پر الزام تراشی کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ''غیر مسلموں کو اسلامی ملک میں ''علانیہ'' خنزیر فروشی اور خنزیر خوری کی اجازت ہے جبکہ مسلمانوں کے لیے یہ قطعاً حرام ہے۔'' گویا وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی قوانین غیر مسلموں پر لاگو نہیں ہوتے۔ لیکن جسٹس جاوید اقبال صاحب نے یہ بیان یا تو شریعت اسلامی اور قرآن وسنت سے لاعلمی کی وجہ سے دیا ہے یا پھر اس میں ان کی بدنیتی شامل ہے۔

جناب جاوید اقبال صاحب نے یہ بیان جاری کرتے ہوئے بہت سے پہلوؤں سے دانستہ یا نادانستہ اغماض برتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے لفظ ''غیر مسلم'' استعمال کیا ہے جس میں بہت ابہام ہے۔ شرعی احکامات کا اطلاق کرتے ہوئے غیر مسلموں کی مختلف اقسام کا اعتبار کیا جاتا ہے جس میں ذمی' متامن کے علاوہ حربی مرتد بھی شامل ہیں جن کے بارے میں احکامات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے چند مخصوص احکامات میں ذمی اور متامن کے لیے رعایت کی گنجائش رکھی گئی ہے جبکہ حربی اور مرتد کے لیے رعایت کا کوئی پہلو نہیں اگرچہ حربی کفار اور مرتدین کی مملکتوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو سکتا ہے لیکن انہیں مسلم مملکت میں ویزا کے ساتھ رہ کر یا اس میں بغیر ویزا داخل ہو کر قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ بین الاقوامی قانون میں بھی ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں خواہ ویزا لے کر ہی جائے تو بھی اسے اس ملک کے قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں۔ بلکہ رعایت تو ایک طرف رہی' انہیں عام حالات میں بغیر سب رسول کے بھی قتل کیا جائے گا اور توہین و شتم رسالت کا جرم تو ایسا جرم ہے کہ جس سے ذمی اور متامن تک کو سزا سے تحفظ نہیں دیا گیا۔

اس کے علاوہ جسٹس صاحب نے فتاوی عالمگیری کے جتنے حوالے دیئے ہیں وہ بالکل من گھڑت اور خودساختہ ہیں۔ پھر قرآن مجید کی آیت کریمہ سے جو مفہوم انہوں نے اخذ کیا ہے نہ صرف یہ کہ تفاسیر واحادیث اور علمائے امت کے اقوال اس مفہوم کی نفی کرتے ہیں بلکہ منشائے ایزدی کے بھی خلاف ہے۔

تفصیل اجمال:

مرتد: تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق جو شخص اسلام کا اقرار کرنے کے بعد کسی کفر کا ارتکاب کرے مرتد کہلاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے کیونکہ جب وہ مسلمان ہوا تھا تو اس نے اسلام کو اس کے تمام احکام وقوانین سمیت قبول کرلیا تھا۔ اب مرتد ہونے کے بعد اس کا تسلیم شدہ قانون اس پر نافذ کیا جائے تو یہ عرف عام میں ظلم نہیں کہلاسکتا۔ پھر مرتد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جو سبّ رسول ﷺ کے ارتکاب کے سوا کسی اور چیز کے باعث کافر ہوا تو اس پر اسلام پیش کریں گے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے اور توبہ بھی نہ کرے تو (قتله من ساعته) اسے حاکم فوراً قتل کرادے گا۔ (درمختار جلد۳ صفحہ۳۱۲) (۲) جو شخص سبّ رسول ﷺ کے سبب مرتد ہوا تو صاحب درمختار، صاحب درر، صاحب بزازیہ، صاحب اشباہ، صاحب فتح القدیر کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اسے لازماً بطور حد قتل کیا جائے گا۔ بعض دوسرے علماء نے اس کے لیے بھی توبہ کو مفید قرار دیا اور علامہ ابن عابدین شامی نے قبول توبہ کے قول کو ''بدلائل ''صحیح'' قرار دیا۔ تاہم توبہ سے انکار کے بعد اس کے قتل پر سبھی حنفی علماء کا (غیر حنفیہ کی طرح) اتفاق ہے۔ (درمختار صفحہ۳۱۷ تا ۳۲۱)

غیر مرتد کافر:

رہے وہ لوگ جو پیدائشی غیر مسلم ہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے۔ وہ تین قسم ہیں۔

(۱)حربی (۲)مستامن (۳)ذمی

(۱)حربی یہ دارالحرب (یعنی مکمل غیر اسلامی ملکوں) کے غیر مسلم باشندے ہیں۔ وہ اگر ہمارے ملک میں بغیر ویزا کے گھس آئیں تو انہیں کوئی بھی مسلمان قتل کرسکتا ہے کیونکہ ہم ان کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں اور حالت جنگ میں دشمن کے آدمی جہاں ملیں انہیں قتل کیا جاسکتا ہے۔ بحر الرائق جلد۵ صفحہ ۷۰ (طبع ایچ ایم سعید کراچی) میں ہے:(قولهٗ الجهاد فرض كفاية ابتداءً) مفيد لثلثة احكام الاوّل كونه فرضا و دليله الاوامر القطعيه كقوله تعالىٰ فاقتلواالمشركين. وقاتلوا المشركين كافة. وقاتلوا الذين لايؤمنون بالله ولاباليوم الآخر و تعقب بانها عمومات مخصوصة والمخصوص ظنى الدلالة وبه لا يثبت الفرض واجيب بان خروج الصبى والمجنون منها بالعق لايصيره ظنيًا واماغيرها فنفس النص ابتداء لم يتعلق به لانه مقيد بمن بحيث يحارب كقوله تعالىٰ وقاتلوا المشركين كافة الاية فلم تدخل المرأة وامالاحاديث الواردة فيه فظنية لاتفيد الافتراض. یعنی صاحب کتاب کا یہ ارشاد کہ پہل کر کے جہاد (کفار سے جنگ) کرنا فرض کفایہ ہے' اس سے تین احکام کے ثبوت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ جہاد فرض ہے اور اس حکم کی دلیل ،قطعی (واضح ،یقینی) احکام الٰہیہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشادات ''تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو'' اور ''سب مشرکین سے جنگ کرو۔'' اور ''جنگ کرو ان سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ پر نہ یوم آخر پر'' (صاحب بحر فرماتے ہیں) بعض معترضین کی طرف سے ہمارے دلائل کا تعاقب کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں جو ظنی الدلالۃ ہوتا ہے اور ظنی سے فرض ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(صاحب بحر نے کہا) اس کا جواب دیا گیا کہ یہ آیات ظنی الدلالۃ (عام مخصوص

عنہ البعض) نہیں اس لیے کہ بچے اور پاگل کا ان کے حکم سے باہر نکلنا انہیں ظنی نہیں بنا دیتا کہ وہ دلیل عقل سے باہر نکلے ہیں نہ کہ دلیل نقل سے اور ان کے ماسوا جو لوگ مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں تو نص ابتداء ہی میں ان سے متعلق نہ تھی اس لیے کہ نص مقید ہے ان کے ساتھ جو جنگ کیا کرتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تمام کے تمام مشرکوں سے جنگ کرو جیسا کہ وہ تم تمام سے جنگ کرتے ہیں تو عورت جو جنگ نہ کیا کرتی ہو آیت کے حکم میں داخل نہ ہوئی۔ (بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۷۰)

تنویر الابصار متن در مختار میں ہے هو فرض كفاية ابتداءً پہل کر کے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے (در مختار ہامشی جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ جدید طبع کوئٹہ) اس کے نیچے در مختار میں ہے۔

وان لم يبدء ونا واماقوله تعالى فان قاتلوكم فاقتلوهم وتحريمه فى الاشهرالحرم فمنسوخ بالعمومات كاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم (ان قام به البعض) ولوعبيداً اونساء (سقط عن الكل والا) يقم به احد فى زمن ما (اثموا بتركه) اى اثم الكل من المكلفين واياک ان تتوهم ان فرضيته تسقط عن اهل الهند بقيام اهل الروم مثلا بل يفرض على الاقرب فالا قرب من

یعنی خواہ کافر ہم سے پہل کر کے جنگ نہ بھی چھیڑیں (تب بھی ان سے جنگ فرض کفایہ ہے) رہا اللہ تعالیٰ کا قول کہ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو انہیں قتل کر دو اور اسی طرح جنگ کو اشہر حرم میں حرام فرمانا تو یہ عمومی حکم دینے والی آیت کریمہ سے منسوخ ہے جیسے یہ آیت کریمہ کہ قتل کرو مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں۔ (اور فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ) اگر بعض مسلمان جہاد کو قائم کر دیں اگر چہ وہ غلام یا عورتیں ہی ہوں تو سب مسلمانوں سے فرض اتر گیا اور اگر کسی زمانے میں کوئی شخص بھی جہاد قائم نہ کرے تو اس کے چھوڑنے کے سبب تمام مسلمان گنہگار ہوں

العدوالی ان تقع الکفایة فلولم تقع الابکل الناس فرض عینا
(درمختار جلد۳ صفحہ ۲۳۹/۲۴۰)

گے۔اوراس وہم سے بچنا کہ تم خیال کرو کہ روم کے مسلمان جہاد کے لیے کھڑے ہوں تو مثلاً اہل ہند کا فرض اتر جاتا ہے بلکہ جہاد ہر جگہ کے دشمنوں کے قریب رہنے والوں پر پھران سے قریب والوں پر فرض ہے یہاں تک کہ ضرورت پوری ہو جائے تو اگر بالفرض تمام لوگوں کے بغیر ضرورت پوری نہ ہو تو فرض عین ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کفار کے تمام ملکوں سے جنگ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اس لیے وہ ان سے ہمیشہ حالت جنگ میں ہیں لہٰذا حالت جنگ میں ان کا جو باشندہ ہاتھ لگ جائے تو ظاہر ہے اسے مار دینا کوئی جرم نہیں۔اسی سے واضح ہو گیا کہ وہاں کا کوئی باشندہ اگر اپنے ملک میں توہین رسول اور سبّ رسول کا اس طرح ارتکاب کرتا ہے کہ اس کی اشاعت ہمارے ممالک میں ہوتی ہے تو بھی جو مسلمان ایسے مردود کو موقع پا کر قتل کرے شریعت اس مسلمان کو اس کی اجازت دیتی ہے اگرچہ وہ مسلمان اسی کافر ملک کا باشندہ ہی ہو۔چہ جائیکہ ہمارے ملک سے جا کر کوئی مسلمان اس کو قتل کرے وہ تو بطریق اولیٰ جائز ہے البتہ مجبوری کے احکام جدا ہیں لیکن مجبوری کے عذر کے پیش نظر ساری عمر خواب غفلت بھی شرعاً جائز نہیں بلکہ لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے ہم اپنی تعداد، ہتھیار اور جنگی صلاحیت میں اضافہ کی کوشش میں رہیں تاکہ دشمنوں کی طاقت کا توڑ کر سکیں۔(عامہ کتب فقہ حنفیہ)

بہر حال جس حربی کافر کی حفاظت کا ہم نے عہد نہیں کیا یا ہم سے یہ عہد لینے کے بعد وہ دوبارہ دارالحرب میں داخل ہو گیا تو اس کا قتل جائز ہے۔درمختار میں ہے فان رجع المستامن الیھم ولوبغیر دارہ حل دمہ لبطلان امانہ اگر مستامن کافر دارالحرب

لوٹ گیا اگر چہ یہ دارالحرب اس کا پہلا ملک نہیں تو اس سابق مستامن کا خون حلال ہو گیا اس لیے کہ جو امان اس نے حاصل کی تھی ختم ہو گئی۔ (درمختار ہاشمی جلد۳ صفحہ ۲۷۵)

مستامن:

یہ دارالحرب کی قومیت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو بطور سفیر یا کسی اور جائز مقصد سے قلیل مدت کے لیے امان لے کر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوں۔

(۱) سفیر: رہے سفارت خانہ کے ملازمین اور دوسرے مستامنین ان کا اجمالی حکم ذمی کا سا ہے مگر بعض امور میں ذمی سے کم ہے اور بعض میں زیادہ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ذمی کو قتل کرنے پر حنفیوں کے نزدیک قصاص لازم ہے خواہ قاتل مسلمان ہی ہو لیکن مستامن کے قتل پر خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی کافر خون بہا لازم ہے قصاص نہیں جبکہ ایک امر میں مستامن کو ذمی پر فوقیت حاصل ہے وہ یہ کہ ملکی قانون کی اکثر سزائیں اس کو نہیں دی جائیں گی۔ تاہم وہ تمام سزائیں جن میں حق العبد پایا جاتا ہے حتیٰ کہ قصاص و حدود بھی اس پر نافذ ہوں گی ماسوائے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فرماتے ہیں سوائے شراب کی حد کے وہ تمام سزائیں مستامن پر بھی نافذ ہوں گی جو ذمی پر نافذ ہوتی ہیں۔ ردالمختار میں ہے **الاصل انه يجب على الامام نصرة المستامنين مادا موافى دارنا فكان حكمهم كاهل الذمة الاانه لاقصاص على مسلم اوذمى بقتل مستامن ويقتص من المستامن بقتل مثله ويستوفيه وارثه ان كان معه۔** قاعدہ یہ ہے کہ مسلم حاکم اعلیٰ پر مستامنوں کی امداد ضروری ہے جب تک وہ ہمارے ملک میں ہوں تو ان کا حکم ذمیوں کی طرح ہوگا مگر یہ بات ہے کہ مستامن کو ذمی کافر یا مسلمان قتل کرے تو قصاص ضروری نہیں (جبکہ ذمی کو مسلمان قتل کرے تو قصاص ہے) البتہ مستامن، مستامن کو قتل کرے تو قصاص لازم ہے اور قصاص کی ادائیگی کا مطالبہ مستامن کا وارث کرے گا اگر وہ اس کے

ہمراہ ہو۔(بحوالہ شرح السیر ردالمحتار جلد۳ صفحہ۲۷۳)

اسی میں ہے وذکر ایضا ان المستامن فی دارنا اذا ارتکب مایوجب عقوبة لایقام علیه الامافیه حق العبد من قصاص اوحد قذف وعند ابی یوسف یقام علیه کل ذالک الاحدالخمر کاهل الذمة (ردالمحتار جلد۳ صفحہ۲۷۳)

اور شرح سیر میں یہ بھی ذکر کیا کہ مستامن جب ہمارے ملک میں سزا کے موجب جرم کا مرتکب ہو تو اس پر سزا نافذ نہ کی جائے گی سوائے ان سزاؤں کے جن میں بندوں کا حق پایا جائے۔ قصاص یا حد قذف اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوائے حد خمر کے مستامن پر باقی ہر سزا (قصاص، حدود تعزیر وغیرہا) نافذ کی جائے گی جیسا کہ اہل ذمہ پر نافذ ہوتی ہے۔ (ردالمحتار جلد۳ صفحہ۲۷۳ بحوالہ شرح سیر)

بہر حال ثابت یہ ہوا کہ غیر مسلم مستامن پر حد خمر تو باتفاق علماء حنفیہ نافذ نہ ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باقی تمام سزائیں جو ذمیوں پر نافذ ہوتی ہیں مستامن پر بھی نافذ ہوں گی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک محض حقوق اللہ کی سزائیں اگرچہ ذمیوں پر نافذ ہوں مگر مستامن پر نافذ نہ ہوں گی البتہ حد قذف اور قصاص اور دیگر وہ سزائیں جن میں مخلوق کا حق بھی ملحوظ ہو مستامن غیر مسلم پر نافذ ہوں گی اور ظاہر ہے کہ جب ایک عام مسلمان کو تہمت لگانے پر مستامن سزا سے نہیں بچ سکتا کہ یہ حق العبد ہے تو رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے پر کیونکر سزا سے بچ سکتا ہے کہ یہ بھی اس نے حق العبد میں جرم کیا ہے اور کس عبد کے حق میں، وہ عبد جو عبدہٗ ہے۔

جاوید اقبال کے والد محترم شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے مطابق جو انہوں نے قرآن مجید کی روشنی میں بولا ''عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر'' تو عبدہ جو ہزار ہا ''عبد'' سے بہتر ہے اس کا حق بھی تو اتنا ہی اعلیٰ ہے لہٰذا مذکورہ بالا حوالہ جات (از فقہ حنفیہ) کی روشنی میں وہ

اس کی سزا ضرور پائے گا۔ ہرگز بچ نہیں سکے گا۔

ذمی:

یہ وہ غیر مسلم ہیں جن کے علاقہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی اور انہوں نے حکومت اسلامی کو قبول کرلیا اور اسلام کی بالادستی قبول کرنے کی شرط پر حکومت اسلامی کے زیرِ نگیں رہنے کا عہد کیا اور پھر اسلامی حکومت نے ان کے تحفظ کا وعدہ کیا اور وہ لوگ اپنے غیر اسلامی دین پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ملک کے باشندے بن گئے۔ان کے لیے کچھ رعایتیں ضرور ہیں مگر اتنا نہیں کہ وہ برملا مسلمانوں کے سامنے اپنی تقریر یا تحریر کے ذریعے ہم مسلمانوں کے پیغمبر کو گالیاں دیتے رہیں۔یا اپنے لوگوں کے جلسوں میں لاؤڈ اسپیکر پر ایسی بکواس کریں۔(ہاں اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کو اللہ کا نبی اور آپ کی کتاب کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے تو اس پر انہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی کہ معاہدہ ذمہ کا مطلب یہی تو ہے کہ انہیں ان کے کافرانہ عقائد پر قائم رہنے کی پوری آزادی ہے) اسی طرح انہیں یہ اجازت اور آزادی نہیں کہ مسلمانوں کو اپنے دین کی دعوت دے سکیں۔اگر وہ اس قسم کے (خلاف معاہدہ) امور کا ارتکاب کریں تو ان کا ذمی ہونے کا معاہدہ متاثر ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ بھی بعض امور کی انہیں آزادی نہیں جن کا بیان جاوید اقبال صاحب کے دیگر دعاوی پر نظر کے دوران ہوگا۔

سب رسول کے مرتکب ذمی کے قتل پر حنفیہ سمیت سب کا اتفاق اور اجماع ھے:

بہر حال دارالاسلام میں آ کر یا یہاں رہ کر کسی بھی قسم کے غیر مسلم کو خواہ وہ حربی مستامن ہو یا ذمی' اجازت نہیں ہے کہ وہ برملا نبی کریم ﷺ کو گالیاں دے' عیب لگائے یا

تنقیص کرے۔ مسلمانوں کے دین کے مطابق ایسے شخص کا قتل مسلمانوں پر ضروری ہے۔ امت کا ایک عالم بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا۔ اہلسنّت کے چاروں مجتہدین ابوحنیفہ مالک' شافعی اور احمد بن حنبل کے علاوہ دیگر تمام مجتہدین' اہل سلف' اہلسنّت فقہاء' محدثین' مفسرین اور ان کے علاوہ اہلحدیث کہلانے والے ظاہری اور غیر مقلد علماء ان کے علاوہ زیدی شیعہ فقہ اور اثنا عشری شیعہ فقہ کے علماء سب کے سب اس بارے میں متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس نقطہ پر کہ کوئی ذمی اپنے گھر میں اپنے آدمیوں سے بات کر رہا تھا۔ وہاں سے اچانک کم از کم دو مسلمان گزرے اور انہوں نے سن لیا کہ وہ ذمی شخص سرکار ﷺ کی توہین کے کلمات بول رہا ہے جس سے ان مسلمانوں کو ایذاء پہنچی اور استغاثہ حکومت کے پاس گیا تو کیا اسے قتل کرنا ضروری ہے یا اسے کوئی اور سزا دینا ضروری ہے۔ باقی ائمہ کے نزدیک اس کا قتل ضروری ہے اور حنفیہ کے دو مسلک ہیں۔ کچھ حنفیہ اس کا قتل ضروری سمجھتے ہیں اور کچھ دوسرے سخت سزا تو ضروری سمجھتے ہیں جو قتل تک بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم قتل صرف جائز ہے' ضروری نہیں۔ اس سے قدرے کم سزا بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال بالکل سزا جائز نہ ہونا کسی حنفی عالم کا مسلک نہیں۔

کیا توہین اور سب کے ارتکاب کے بعد ذمی کا ذمہ باقی ہے؟:

اس مسئلہ میں ایک اور اختلاف بھی ہے اور وہ یہ کہ ذمی سب رسول کے بعد ذمی رہتا ہے یا نہیں؟ حنفیہ اور شافعیہ اسے تب بھی ذمی مانتے ہیں اور بعض دیگر علماء اسے ذمی نہیں مانتے۔

ذمّی سابّ ذمی رہنے کے باوجود قتل سے نہیں بچ سکتا:

مگر اس اختلاف کا اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا' قتل سب کے نزدیک ہے' فرق یہ ہے کہ اگر وہ شخص اب بھی ذمی ہے تو اس کی سزا کا فیصلہ حکومت اسلامیہ کے ذمہ ہے اور بعد ثبوت وہی اسے قتل کرے گی اور اگر وہ حربی بھی ہوگیا تو مسلمان خود بھی اسے قتل کرسکتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک وہ باوجود سبّ قبل حربی بننے کے بھی ذمی ہے۔ فیصلہ حکومت کرے گی اور اسے یہ سزا ضرور ملے گی' مسلم عوام کو اپنے معاہدہ کی پابندی کا خیال ضرور رکھنا چاہیے جبکہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ اب ذمی نہیں رہا حربی ہوگیا۔ اسے جو چاہے قتل کردے۔

حنفیہ کے نزدیک ذمی ماننے کی حکمتیں

لیکن حنفیہ اسے اس لیے ذمی ہونے سے خارج نہیں کرتے کہ اس طرح وہ حربی قرار پاجائے گا تو مسلم عوام کو اس کے قتل کی رخصت مل جائے گی پھر اگر دوسرے ذمی اس کی حمایت میں کھڑے ہوگئے تو ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر ذمہ توڑ بیٹھے اور دارالحرب نہ جائے اور نہ مسلمان بنے بلکہ صرف اپنے سابقہ قصور سے معافی مانگ کر دوبارہ ذمی بنائے جانے کی درخواست کرے تو اسے دوبارہ ذمی بنالیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو عالمگیری صفحہ ۲۵۳ **واذا تاب تقبل توبته و تعود ذمته** ذمی جب ذمہ توڑنے والے سبب اور فعل سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور اس کا ذمی ہونا لوٹ آئے گا۔ فتاویٰ عالمگیری کے اس حوالہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی ایسے فعل یا قول کے سبب ذمی کو ذمہ سے خارج کرنے کا فائدہ

نہیں (جس کی پاداش میں قتل پر معاہدہ نہ ہوا ہو) بلکہ نقصان ہے اگر وہ اپنے فعل پر معذرت کر لے تو وہ دوبارہ ذمی بن جائے گا اور ہر طرح کی سزا سے بچ جائے گا جبکہ اسے اپنے فعل کی سزا بھگتنا لازمی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ذمی کی سزا کے حوالے

اب رہا یہ امر کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی کو سبّ نبی پر کیا سزا دی جائے گی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ معاہدہ ذمہ میں حکومت کی طرف سے انہیں وارننگ دے دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے سبّ رسول کا ارتکاب کیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا تو بالاتفاق ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا' جو اس وارننگ پر مطلع اور متفق ہو کہ ذمہ قبول کرنے کے باوجود سبّ نبی کا ارتکاب کرے۔ فتاوی خیر الدین رملی سے ''ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴ طبع رشید کوئٹہ میں ہے اما اذا شرط انتقض به كما هو ظاهر یعنی جب معاہدہ ذمہ میں یہ شرط قرار پا جائے کہ سبّ نبی سے ذمہ ٹوٹ جائے گا تو ایسی حالت میں ذمہ ٹوٹ گیا۔ (یعنی حسب معاہدہ عوام اور حکام اسے فوراً قتل کر سکتے ہیں) (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴) اور اگر معاہدہ کے طور پر ان سے ایسی شرط نہیں ہوئی تو جدید دور میں اسمبلی کے پاس شدہ قانون کو معاہدہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

پیشگی قانون کے بغیر ذمی سابّ کا قتل:

اگر قانون ساز اداروں نے ایسا قانون مشتہر نہیں کیا جو معاہدہ کا درجہ پا کر ان کے لیے اس جرم کے ارتکاب پر ذمہ کو ختم کرنے اور قتل کرنے کا اعلان کرتا ہو اور نہ ان سے باقاعدہ معاہدہ میں یہ امر مشروط ٹھہرا تو وہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ذمی تو رہے گا تاہم اس جرم پر اسے قتل کی سزا دینے کے لیے حکومت اسلامیہ پر شرع کی طرف سے کوئی قدغن نہیں

حکومت تب بھی قتل کرسکتی ہے۔ ردالمختار میں فتاویٰ الرملی الحنفی سے لائے کہ مذهب الشافعی کم ذهبنا علی الاصح قال ابن السبکی لاینبغی ان یفهم من عدم الانتقاض انه لایقتل فان ذلک لایلزم ولیس فی مذهبنا مایننفی قتله خصوصاً اذا اظهر ماهو الغایة فی التمرو و عدم الاکتراث والاستخفاف واستعلیٰ علی المسلمین علیٰ وجه صارمتمردًا علیهم یعنی اس مسئلہ میں امام شافعی کا مذہب بھی علی الاصح ہمارے حنفی مذہبی کی طرح ہے۔ ابن السبکی (شافعی) نے فرمایا عقد ذمہ نہ ٹوٹنے کے مسئلہ سے یہ سمجھنا لائق نہیں کہ (کسی نبی کو سبّ کرنے والے) ذمی کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ بیشک (ذمی باقی رہنے سے) یہ امر (اس کو قتل نہ کرنا) لازم نہیں ہوتا (بلکہ قتل کیا جاسکتا ہے)

علامہ خیرالدین حنفی فرماتے ہیں ہمارے حنفی مذہب میں بھی ایسا کوئی قول نہیں جو اس کے قتل کی نفی کرتا ہو۔ بالخصوص جب اس شخص سے (سرکار ﷺ کے بارے میں) انتہائی سرکشی، بے پروائی اور توہین ظاہر ہوتی ہو اور وہ مسلمانوں پر سرکشی کے انداز میں فوقیت ظاہر کرے (تو اسے قتل کیا جاسکتا ہے)

کیا اسلامی ممالک کے غیر مسلم باشندے ذمی ہیں؟

یہ بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس کے جواب سے امن و امان کے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ بہرحال حکومت پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں سے ذمیوں کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ایک قانون بنائیں جس میں ذمیوں کی حدود اور ذمہ داریوں کا تعین ہو ورنہ اگر غیر مسلموں نے ذمی ہونے سے انکار کیا اور مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا کہ غیر مسلم،

مسلمانوں کے ملک میں ذمی نہیں بلکہ مسلمانوں پر فوقیت رکھتے ہیں تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کا آتش فشاں پھٹ سکتا ہے اور ایسا ہو تو یہ لاوا سب کچھ بہا کر لے جائے گا اور حکمرانوں اور ان کے حامیوں سے جو بھی اس لاوے کا مقابلہ کرے گا ڈھیر بن جائے گا اور اس طرح کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

ذمی کا علانیہ یا متعدد بار غیر علانیہ سب نبی اور فقہ حنفی:

اگر کوئی ذمی علانیہ نبی کریم ﷺ پر سب کرے یا علانیہ نہیں کیا مگر اس سے یہ فعل متعدد بار ثابت ہو تو تمام علماء (بشمول حنفیہ) کے نزدیک اسے قتل کیا جائے گا اور اس بارہ میں عورت کو بھی اس جرم کی صورت میں یہی سزا برداشت کرنی ہوگی۔ درمنتقی سے ردالمختار میں ہے **فلو اعلن بشتمه او اعتاده قتل ولو امرأة وبه يفتى اليوم** تو اگر رسول اللہ ﷺ کو علانیہ گالی دی یا اس گالی کا (غیر علانیہ) عادی ہو گیا تو قتل کیا جائے خواہ عورت ہی ہو اور اس دور میں اسی امر (سابہ عورت کے لیے قتل) کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۴۰۴ طبع رشیدیہ)

ذمی کا اظہار سب اور حنفیہ کا فتویٰ:

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر میں ذمی سابّ کی عقوبت کے بارے میں حنفیہ کے مسلک کی وضاحت میں فرماتے ہیں **والذی عندی ان سبّه صلی الله علیه وسلم اونسبة مالا ینبغی الی الله تعالیٰ ان کان مما لایقعدونه کنسبة الولدالی الله تعالی وتقدمو عن ذلک الذا اظهره یقتل به وینتقض عهده وان لم یظهرولکن عثر علیه وهو یکتمه فلا۔** میرے نزدیک (فقہاء کی عبارت کا

مطلب) یہ ہے کہ نبی ﷺ کو کسی ذمی کا گالی دینا یا کسی نامناسب بات کا اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا اگر ایسے امور کے ساتھ ہو جو ان ذمیوں کے عقیدہ میں داخل نہیں جیسے (غیر عیسائی) کا اللہ تعالیٰ کی جانب اولاد کی نسبت (ثابت) کرنا کہ اللہ کی شان اس سے بلند ہے اور اس کی ذات اس سے پاک ہے تو جب ذمی اس قسم کے کفر ظاہر کرے گا تو اس کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور ذمہ باقی نہ رہنے کی بناء پر اسے کوئی بھی قتل کر سکتا ہے اور اگر ایسے کفر اور ایسی گالیوں کو اس نے ظاہر نہیں کیا لیکن کسی طرح اس کے ایسے قول کا پتہ چل گیا جبکہ وہ اس امر کو چھپا رہا ہے تو پھر نہیں (یعنی پھر ذمہ نہیں ٹوٹے گا اور ذمہ ٹوٹنے سے جو اس کا قتل لازم ہوتا ہے وہ لازم نہ ہوگا۔ لیکن سزا دی جائے گی جو قتل تک ہو سکتی ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ صفحہ ۳۰۳ جلد ۵ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

ذمی کا مخفی طور پر سبّ نبی علیہ السلام:

اگر (۱) حکومت اسلامی کے معاہدہ ذمہ اور دستور و قانون میں یہ نہ کہا گیا ہو کہ نبی ﷺ کو سب اور گالی دینے کی سزا قتل ہے۔ (۲) اور ذمی نے اس جرم کا ارتکاب نہ علانیہ کیا ہو اور نہ بلا اعلان عادۃً بلکہ ذمی نے اس خباثت کا ارتکاب بظاہر مخفی طور پر مثلاً ایک شخص کے سامنے کیا اور مسلمانوں کے سامنے یہ جرم اس کے اقرار یا معتبر گواہی سے ثابت ہو گیا تو اس کی کیا سزا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کہ شاید اس جرم کی حنفیوں کے ہاں کوئی سزا نہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی صحیح نہیں۔

اظہار اور اخفاء کا فرق:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ذمی اگر سب و تنقیص کا ارتکاب اس طرح سے کرے کہ اس کا ذریعہ اظہار ہر خاص و عام کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہو مثلاً چیخ چیخ کر مجمع عام میں یا مسلمانوں کے محلوں میں کہتا پھرے یا طباعت اور فوٹو اسٹیٹ کرا کے اس کی نشر و

اشاعت کرے یا آواز پھیلانے والے آلات (لاؤڈ سپیکر' ٹیپ ریکارڈز' ریڈیو' ٹیلی ویژن' ویڈیو' گراموفون وغیرہا) کے ذریعہ سے یہ مقصد حاصل کرے۔ عام ازیں کہ سب و تنقیص الوہیت و رسالت کا ذریعہ اظہار اس نے الفاظ کو بتایا ہو یا کارٹون اور اس طرح کی تصاویر وغیرہا کو جس سے واضح طور پر توہین رسالت سمجھی جا رہی ہو تو ایسا شخص بالاعلان اظہار سبّ کا مرتکب ہے اور اس کی عقوبت قتل ہے جیسا کہ فتح القدیر سے گزرا۔ اسی طرح وہ ذمی جو اس طرح اعلان تو نہ کرے مگر کم از کم دو معتبر گواہوں کے روبرو اس خباثت کا مرتکب ہو تو اس کی عقوبت بھی قتل ہے جیسا کہ فتح القدیر سے گزرا' کیونکہ یہ بھی اعلان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ حدیث میں ہے اعلنوا النکاح اور یہ بات کم از کم دو گواہوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اظہار کے ان دونوں درجوں کے بارے میں اگرچہ بعض علماء نے اس بات سے اختلاف کیا کہ اس کا ذمہ ٹوٹے گا یا نہیں مگر بہر حال جمہور حنفیہ کا اس کے قتل پر اتفاق ہے۔

اخفاء بمنزلہ اظہار

پھر اخفاء کی دو قسمیں ہیں۔ اخفاء بمنزلہ اظہار اور اخفاء محض۔ اخفاء بمنزلہ اظہار یہ ہے کہ مثلاً ذمی نے کسی ایک آدمی کے سامنے سبّ کا ارتکاب کیا اور حاکم کے روبرو انکار کیا اور اس طرح اس نے یکے بعد دیگرے کئی شخصوں کے سامنے ہر ایک کے روبرو سبّ کا ارتکاب کیا اور پھر مکر گیا اور وہ اتنے آدمی تھے کہ ان کے مجموعہ سے حاکم کو یقین ہو گیا کہ وہ ذمی بار بار سبّ کا مرتکب ہوا ہے اگرچہ چھپا رہا ہے تو اس شخص کو عادتاً سبّ کا مرتکب قرار دے کر قتل کیا جائے گا کہ یہ بھی حکماً اعلان ہے اور جمہور حنفیہ کا اس پر بھی اتفاق ہے اور اسی کو کتب فقہ میں اعتیاد یعنی سبّ و شتم کی عادت بنانے سے تعبیر کیا گیا ورنہ ظاہر ہے جب ایک دفعہ اعلان سے قتل ہو گا تو اعتیاد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اگر وہ بھی بالاعلان ہوتا۔

اخفاء محض

اخفاء محض کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ ذمی اپنے دل میں یا بالکل اکیلے کمرے میں جہاں کوئی ٹیپ یا ٹیلی فون وغیرہ نہیں سبّ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے بارے میں بحث نہیں کیونکہ قانون میں سزا تو ثبوت کی محتاج ہوتی ہے اور یہاں کوئی ثبوت نہیں۔

اخفاء حکمی:

اخفاء کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی ایک آدمی کے سامنے ایک بار اس جرم کا ارتکاب کیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کے سامنے اس جرم کا نہ ارتکاب کیا اور نہ دوسروں کے سامنے اپنے سابق جرم کا اقرار کیا اور ظاہر ہے کہ اسلام دو مردوں کی گواہی مانگتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اکیلا شخص ذاتی دشمنی رکھتا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اکیلا گواہ سچا ہو اور ذمی نے واقعی اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ ایسی صورت میں بھی عدالت مجبور ہے کہ صرف ایک شخص کو پتہ چلا مگر جرم کے لیے ثبوت کافی فراہم نہیں ہوا۔ رہا یہ امر کہ وہ اکیلا آدمی اس جرم کی سزا دے سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ اگر وہ اسے قتل کرے تو آخرت میں گناہ ہوگا یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ گناہ نہ ہوگا جیسا کہ آگے حدیث آئے گی کہ ایک صحابی نے اپنی ذمیہ بیوی کو اس جرم پر مار ڈالا تو سرکار ناراض نہ ہوئے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ بصورت ثبوت قتل اس سے قصاص لیا جائے گا یا معاف ہوگا تو اگر سبّ وشتم پر دو گواہ ہوں تو قتل درست تھا لہٰذا قاتل پر جرم نہیں اور اگر کوئی مدعی نہ ہو یا مدعی وہ خود ہو تو بھی قصاص معاف ہوگا اگرچہ گواہ سبّ وشتم کے موجود نہ ہوں (کیونکہ قصاص کے لیے اسلام میں رشتہ دار (ولی قتل) کا مطالبہ ضروری ہے) ورنہ ظاہر کے اعتبار سے سزا ہوگی جو اس قاتل کے لیے بمنزلہ شہادت ہے اگر وہ سچا ہے۔

اخفاء تبدیل به اظہار:

لیکن اگر اس نے کسی ایک شخص کے سامنے سب وشتم کیا مگر اتفاق سے کہیں قریب سے ایک دو آدمی گزرے اور انہوں نے سن لیا اور اس طرح جج اور حاکم کے پاس دو گواہیاں ہو گئیں، اگر چہ ملزم منکر ہے یا اس نے حاکم اور جج کے روبرو اقرار کر لیا خواہ گواہیاں ناکافی تھیں تو اگر چہ وقت ارتکاب جرم بظاہر اخفاء تھا مگر اب مکمل اظہار ہوگا اور اس کا حکم بھی اظہار کی دیگر مذکورہ اقسام کی طرح فتح القدیر کے اس جملہ میں آ گیا کہ اظہار کی سزا قتل ہے۔ بہر حال علماء حنفیہ سے ثابت ہو گیا کہ وہ ذمی سے سب رسول کے ثابت ہو جانے پر اسے قتل کی سزا دیتے ہیں خواہ عدالت میں پیش ہونے سے قبل مجرم سے اظہار جرم واقع ہوا ہو یا کمرۂ عدالت میں ہی اظہار جرم واقع ہو جائے۔

خلاصہ:

ہمارے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی پر سب کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو اعلان کرے یا ارادتاً دو گواہوں کے سامنے مرتکب جرم ہو یا دو گواہوں نے سن لیا یا اس نے عدالت میں گواہی کافی نہ ہونے کے باوجود اقرار کر لیا یا یکے بعد دیگرے مختلف مواقع پر ایک ایک شخص کے روبرو اس جرم کا مرتکب ہوا کہ سب کی گواہی کو ملا کر ثابت ہو جاتا ہے کہ یقیناً وہ عادی مجرم ہے۔ یہ سب اظہار جرم ہے اور وہ اخفاء جرم جس کا کافی ثبوت نہ ہو اس پر عدالت کچھ نہیں کر سکتی۔

(غیر حنفی) علامہ ابن تیمیہ کی حنفیوں کے حق میں گواہی:

یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ حنبلی جو درحقیقت غیر مقلدین کے پیشوا ہیں اور بعض

مسائل میں انہوں نے اہلسنت کے چاروں فقہی مسلکوں کی بھی مخالفت کر ڈالی ہے لیکن اس مسئلہ میں انہیں بھی حنفیوں کی برات تسلیم کرنا پڑی۔ لکھتے ہیں۔ **اما ابو حنیفة واصحابه فقالوا لاینتقض العهد بالسبّ ولایقتل الذمی بذلک لکن یعذرعلی اظهار ذلک کما یعذر علی اظهار المنکرات التی لیس لهم فعلها من اظهار اصواتهم بکتابهم ونهو ذلک وحکاه الطحاوی عن الثوری ومن اصولهم ان مالا قتل فیه عندهم مثل القتل باالمثقل والجماع فی غیر القبل اذا تکرر فللا مام ان یقتل فاعله وکذلک له ان یزید علی الحد المقدر اذا رائی المصلحة فی ذلک...... ولهذا افتی اکثرهم بقتل من اکثرمن سبّ النبی صلی الله علیه وسلم من اهل الذمة وان سلم بعد اخذه وقالوا یقتل سیاسة وهذا متوجه علی اصولهم** (الصارم المسلول صفحہ ۱۰-۱) یعنی ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ سبّ کرنے سے ذمی کا معاہدۂ ذمہ نہیں ٹوٹے گا اور اس پر ذمی کو (بطور حد) قتل نہ کیا جائے گا۔ تاہم اسے اظہار سبّ پر سزا دی جائے گی جس طرح ان امور کے اظہار پر ذمی کو سزا دی جائے گی جو افعال منکرات اور برائیوں میں سے ہیں اور انہیں ایسے افعال کے کرنے کی (ہمارے دین میں) اجازت نہیں مثلاً اپنی مذہبی کتاب کو پڑھتے ہوئے اپنی آواز مسلمانوں کے سامنے ظاہر کرنا وغیرہ اور طحاوی سے محکی ہے کہ سفیان ثوری کا قول بھی یہی ہے جو اوپر گزرا اور حنفیہ کے قواعد سے یہ ہے کہ جس جرم پر دوسرے ائمہ کے نزدیک قتل بطور حد یا قصاص لازم ہوتا ہو اور ان کے نزدیک قتل لازم نہ ہوتا ہو جیسے کسی (غیر دھاردار) بھاری چیز کے ذریعہ قتل کرنا یا غیر قبل میں جماع کرنا۔ جب ایسے افعال بار بار واقع ہوں تو حاکم اعلیٰ کو حق حاصل ہے کہ ایسے جرائم کے مرتکبوں کو قتل کردے۔ اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ تعزیر کو حد مقرر سے (اگر مصلحت دیکھے تو) بڑھا دے...... اسی

لیے اکثر حنفیوں نے نبی کریم ﷺ کو گالی بکنے والے ذمی کے قتل کا حکم دیا جو اکثر حضور ﷺ کو گالی دے اگر چہ پکڑے جانے پر مسلمان ہو جائے اور حنفیہ نے کہا (کہ جو ذمی بعد سبّ رسول مسلمان ہو جائے) اسے سیاستا (بطور تعزیر و سزا نہ بطور حد) قتل کیا جائے گا۔ ابن تیمیہ لکھتا ہے یہ سب کلام ان (حنفیہ) کے اصول اجتہاد اور قواعد استنباط کی طرف متوجہ ہے۔ (الصارم المسلول صفحہ ۱۰۱-۱۱ طبع ملتان)

ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ اکثر حنفیوں نے نبی ﷺ کو سبّ کرنے والے ذمی کے قتل کا حکم دیا اگر چہ پکڑے جانے پر توبہ کر کے مسلمان بھی ہو تو حنفیوں کے نزدیک اسے قتل کی معافی نہیں بلکہ ''سیاستہً '' اور تعزیر کے طور پر قتل کیا جائے اور یہی ہمارا مقصد تھا۔

ابن تیمیہ کا امام ابو حنیفہ پر افتراء:

تاہم ابن تیمیہ کو حنفیہ سے جو عداوت تھی اس نے اکسایا تو ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب (امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہا) پر بے بنیاد اور جھوٹا الزام لگا دیا کہ وہ کہتے ہیں ذمی سے سب نبی ثابت ہو جائے تو اسے قتل کرنا منع ہے جب تک وہ بار بار بالا علان سب نہ کرے اور اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ حنفیہ کی ساری کتابیں موجود ہیں ان میں کہیں بھی امام یا آپ کے شاگردوں سے یہ الفاظ ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ بحیثیت ناقل اس پر حوالہ ضروری تھا کہ تصحیح نقل ہوتی اور وہ نہ کر سکا۔ حنفیہ کی کتابیں اس کے سامنے تھیں لہٰذا مجبوراً اسے دو باتیں تسلیم کرنا پڑیں۔ (۱) اظہارِ سبّ (اعلان شتم) پر اگر ایک دفعہ ہو تو حنفی سزا ضرور دیتے ہیں اگر چہ قتل نہیں کرتے اور ہمارا مقصد اس حوالہ سے یہی تھا کیونکہ ہمارے مخاطب کے خیال میں حنفیوں کے نزدیک سبّ رسول کی غیر مسلم کے لیے مطلقاً کوئی سزا نہیں۔ (۲) اگر اکثر اظہار سبّ کرے تو اکثر حنفی علماء اس کو تعزیراً قتل کا مستحق

جانتے ہیں۔

ابن تیمیہ کا کلام اور اس کا رد بلیغ:

ابن تیمیہ نے صاف صاف یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ ذمی سبّ رسول کا مرتکب ہو تو سزا دی جائے اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ اب اس کی عبارت سے دو معنی کا احتمال پیدا ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ ذمہ ٹوٹنے کی وجہ سے اس کا قتل لازم نہیں لیکن تعزیر کی وجہ سے اس کا قتل لازم ہے مگر آگے چل کر اس نے جو کچھ لکھا اس سے یہ احتمال رد ہو جاتا ہے وہ لکھتا ہے **لکن یعزر علی اظهار ذلک کما یعزر علی اظهار المنکرات التی لیس لهم فعلها** (الصارم صفحہ ۱۰) لیکن سبّ کا اظہار (اعلان) کرنے پر اسے ویسے سزا دی جائے گی جیسے دیگر ایسی برائیوں کے ارتکاب پر (جن کی انہیں اجازت نہیں) اس کی سزا دی جائے گی۔ (ترجمہ الصارم صفحہ ۱۰)۔ آگے چل کر لکھتا ہے **ومن اصولهم ان مالا قتل فیه عندهم...... اذا تکرر فللا مام ان یقتل فاعله** (الصارم صفحہ ۱۰) حنفیہ کے قواعد فقہیہ سے ایک یہ ہے کہ ان کے ہاں جس جرم پر قتل لازم نہ ہو جب بار بار واقع ہو تو حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس کے فاعل کو قتل کر دے (الصارم صفحہ ۱۰) اس عبارت کو ملانے سے صاف صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ ایک بار ذمی کا اعلان ان کے ہاں **مالا قتل فیه عندهم** کے قبیل سے ہے کہ اس پر قتل لازم نہیں اس لیے یہ جرم یعنی با اعلان و اظہار سرکار پر سبّ و شتم کرنا بار بار واقع ہو تو پھر حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس ذمی کو اس کے اس فعل کی وجہ سے قتل کر دے۔

جواب:

ناظرین آپ نے ابن تیمیہ کا کلام ملاحظہ فرمایا۔ جو حنفیہ کے کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ دراصل ہمارا مذہب یہ ہے کہ

(۱) ذمی کے صرف اکثر اعلان سبّ پر یقیناً قتل کی سزا دی جائے گی جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا۔

(۲) ذمی اگر ایک بار کم از کم دو آدمیوں کے سامنے اعلان بالسبّ کرے تو اس پر بھی اسے قتل کیا جائے گا۔

(۳) ذمی نے کبھی دو آدمیوں کے سامنے سبّ نہیں کیا لیکن کثیر مرتبہ اس طرح سے سبّ کیا کہ ہر بار صرف ایک ایک آدمی کے سامنے سبّ کیا تو جب ان تمام شخصوں کی گواہی مل جائے تو اس ذمی کا عادی مجرم ہونا معلوم ہو جائے گا جو کہ اپنے جرم کا ثبوت مٹانا چاہتا ہے تو اسے بھی قتل کریں گے اور ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ مندرجہ بالا نکات امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد سے ثابت ہیں۔

(۴) جس ذمی پر سبّ کا جرم مذکورہ بالا شقوں کے مطابق ثابت نہ ہو کہ اس نے صرف ایک دفعہ کسی کے سامنے سبّ کیا اور اس کی گواہی کافی نہ تھی مگر عدالت میں اس نے اقرار کر لیا تو اس کو بھی قتل کرایا جا سکتا ہے مگر یہ سبّ بالاظہار کا اقرار نہیں کہ اظہار کم از کم دو شخصوں کے سامنے ہوتا ہے اس لیے اسے عندالبعض قتل سے کم تعزیر بھی دے سکتے ہیں۔

(۵) ذمی نے ایک شخص کے سامنے چھپ کر سبّ کیا اسے معلوم نہ تھا کہ وہاں سے دو آدمی گزرے انہوں نے سن لیا اور ان کی گواہی ہوگئی تو عندالبعض اسے بھی قتل کیا جائے گا کہ اخفاء متبدل بہ اظہار ہو گیا۔ اور عندالبعض قتل سے کم تعزیر بھی دے سکتے ہیں۔

(۶) ذمی نے ایک شخص کے سامنے نبی ﷺ کو ایک بار گالی دی اور اسی وقت اس

مسلمان نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ مذکورہ بالا صورت میں ذمی کا قتل جائز اور مسلمان کے لیے موجب اجر ہے لیکن اگر اس کے وارثوں نے مسلمان پر بدلہ کا دعویٰ کیا تو مسلمان کو بدلہ دینا پڑے گا' ہاں اگر مسلمان کے پاس اس امر کے گواہ موجود ہیں یا قرینہ بطور ثبوت موجود ہے مثلاً ٹیپ کی کیسٹ ہے یا لوگوں نے مسلمان کا شور سنا کہ وہ کہہ رہا تھا تم نے ہمارے نبی ﷺ کو کیوں گالی دی یا قاتل کا مقتول سے ایسا رشتہ ہے کہ وہ بلاوجہ اسے قتل نہ کرسکتا تھا یا قاتل ہی خود مقتول سے ولی اور وارث والا رشتہ رکھتا تھا تو پھر مقتول کا خون بیکار' ضائع ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں۔

مندرجہ بالا نکات کا ثبوت حنفی فقہ کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔ تنویر الابصار متن الدرالمختار اور حاوی وغیرہ میں ہے **لا (ينتقض عهده) بقوله نقضت العهد بخلاف الامان ولا بالاباء عن الجزية وبالزنا بمسلمة وقتل مسلم و سبّ النبى صلى الله عليه وسلم و يؤدّب الذمى و يعاقب على سبّه دين الاسلام اوالقرآن اوالنبى صلى الله عليه وسلم۔** یعنی ''ذمی کا معاہدۂ ذمہ یہ کہنے سے نہیں ٹوٹے گا کہ میں نے عہد توڑ دیا۔ بخلاف امان کے (یعنی وہ زبان سے کہہ دینے سے ختم ہو جائے گی) اور (معاہدۂ ذمہ) جزیہ سے انکار اور مسلم عورت سے زنا اور قتل مسلم (مسلمان کو قتل کرنے) اور سبّ نبی ﷺ سے (بھی) نہیں ٹوٹے گا اور ذمی کو دین اسلام یا قرآن مجید یا نبی ﷺ کو سبّ وشتم کرنے پر سزا دی جائے اور عقاب دیا جائے۔

(الحاوی' درتنویر الابصار متن الدرالمختار صفحہ ۳۰۳'۳۰۴'۳۰۵)

یہ عبارت ہم نے تنویر الابصار سے نقل کی جو متن ہے اور متون (جب تک کے خلاف پر قرینہ نہ ہو) بیان اقوال امام ابوحنیفہ اور اقوال تلامذۂ ابی حنفیہ کے لیے مختص ہوتی

ہیں اوراس عبارت میں یہ لفظ موجود نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو سبّ کرنے والے کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

ثابت ہوا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ذمی سابّ کو قتل نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں غلط اور افتراء ہے۔ ہاں اگر ابن تیمیہ صاحب یہ کہتے کہ قتل نہ کرنے کا حکم بھی نہیں دیا اور قتل کرنے کا حکم بھی نہیں دیا تو شاید ان کی بات کا کچھ وزن ہوتا لیکن ہم ثابت کریں گے کہ اسی عبارت کے اس آخری حصہ سے حنفی فقہاء نے یہ سمجھا کہ ذمی کو قتل کیا جاسکتا ہے اور قتل کیا جائے گا اور علمائے حنفیہ اس عبارت سے یہ نہیں سمجھ رہے کہ اسے قتل کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں، بلکہ ائمہ حنفیہ کی عبارت میں ذمی سابّ کے لیے بطور سزا ''عقاب'' جو لفظ اوپر گزرا اس کی تشریح میں فقہاء نے قتل کی سزا سمجھی۔ دیکھئے حاشیہ شامی صفحہ ۳۰۵ جلد ۳ میں اس مقام پر لکھا ہے:۔ **اطلقه فشمل تادیبه وعقابه بالقتل اذا اعتاده واعلن به کمایأتی ویدل علیه ماقد مناه انفاً عن حافظ الدین النسفی** یعنی کتاب میں ذمی کو ''سبّ پر تادیب اور عقاب'' کو مطلق رکھا (کوئی حد تادیب وعقاب کے لیے بیان کر کے اسے مقید نہیں کیا) اس لیے یہ کلمہ اس کو ایسی تادیب اور عقاب کو بھی شامل ہے جو قتل کے ساتھ ہو اور یہ سزائے قتل دو موقع پر ہوگی جبکہ (۱) وہ ذمی ''سبّ'' کا عادی ہو اور (۲) سبّ نبی ﷺ کا (ظاہر، ظہور) بالاعلان مرتکب ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور حافظ الدین نسفی سے ہم نے جو ابھی پہلے بیان کیا وہ بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے (حاشیہ ابن عابدین علی الدر صفحہ ۳۰۵ جلد ۳)

حافظ الدین حنفی نسفی کیا کہتے ہیں طحطاوی علی الدر میں ہے **عن الشلبی عن حافظ الدین النسفی اذا طعن الذمی فی دین الاسلام طعناً ظاهراً جازقتله۔** ذمی جب دین اسلام (اور اس کی ضروریات) پر علی الاعلان طعنہ زنی کرے تو اس کا قتل جائز

ہوگا۔ (ردالمختار صفحہ ۳۰۵ جلد۲) اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم (جو دین اسلام کی بنیاد پر حملہ ہے) کا جو شخص مرتکب ہوگا اس کی سزا قتل ہے تاہم کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کی بنیاد تو اس کے عقد ذمہ کے ابطال پر رکھی گئی ہے۔ عقد ذمہ کی بقاء (جو مذہب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے) کے باوجود سزائے قتل کیونکر صحیح ہوگی تو میں عرض کروں گا کہ تنویرالابصار اور حاوی وغیرہما اسفار سے گزرا کہ اسے عقاب دیا جائے گا اور شامی نے یہاں صاف لکھا کہ عقاب کا لفظ قتل کی سزا کو شامل ہے اور یہ مراد نہیں لیا کہ قتل تک کوئی سزا دی جا سکتی ہے بلکہ بتایا کہ عادت یا اعلان کی صورت میں قتل کی سزا اور عقاب ہوگا۔ یاد رہے کہ یہاں لفظ **اذا اعتادہ واعلن بہ** میں **اعلن بہ واعتاد** نہیں کہا تاکہ پتہ چلے کہ "واو حرف عطف" جو عموماً اتصال کے لیے ہوتا ہے یہاں "او" کے معنی میں ہے جو "یا" کا معنی دیتے ہوئے انفصال کو ظاہر کرتا ہے اسی لیے درمنتقی میں ظاہر الروایت کے اس جملہ کی تشریح میں کہ "سب النبی ﷺ سے ذمہ نہیں ٹوٹتا" لکھا اور علامہ شامی نے بھی مذکورہ بالا عبارت **اذا اعتادہ واعلن بہ** سے قبل درمنتقی کی اس عبارت کو نقل کر کے برقرار رکھا۔

ای اذا لم یعلن فلوا علن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امرأۃ امام ابوحنیفہ کے اس ارشادت کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب اعلان نہ کرے (تو ذمہ نہ ٹوٹے گا) تو اگر اس (ذمی) نے سب وشتم کا اعلان (اظہار) کیا یا (بغیر اعلان) سب رسول ﷺ کا عادی ہوگیا ہو تو اس کی سزا قتل ہے چاہے مجرم عورت ہی کیوں نہ ہو۔ صاحب درمنتقی نے فرمایا **وبہ یفتی الیوم** کہ ان دنوں میں فتویٰ اسی پر ہے (کہ سب نبی ﷺ کا جرم عورت بھی کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔) (درمنتقی ردالمختار صفحہ ۳۰۴ جلد۳)

پہلی تین شقوں کا ثبوت:

الحمدللہ اجلہ علماء کی تشریح سے یہ ثابت ہوگیا کہ امام صاحب کے قول کا مطلب

ہی یہ ہے کہ اگر چہ سبّ نبی ﷺ کی شکل میں ذمی اسلامی سلطنت کا باشندہ رہے گا تاہم اگر اس کے اعلان سے اس کا جرم ثابت ہو جائے یا بار بار سبّ کی شکایت اس ذمی سے مسلمانوں کو پید ہوا گر چہ کسی موقع پر بھی دو گواہ نہ ہوں تو ان تمام صورتوں میں امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے قول پر جسے اصطلاح میں ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔ ہماری پیش کردہ چھ شقوں میں سے تین کا ثبوت تو برملا ہو گیا' رہی چوتھی شق کہ ذمی نے خفیہ کہا تھا مگر اب عدالت میں اقرار کر لیا اور اس کا لب ولہجہ اس کی سرکشی کو ظاہر کر رہا ہے اور محسوس ہو رہا ہے کہ وہ اپنے جرم کا گویا اب اعلان کر رہا ہے تو یہ بھی اظہار و اعلان میں داخل ہو گا جس کا حکم معلوم ہو چکا کہ اسے قتل کیا جائے۔ ہاں اگر اس کے اقرار میں ندامت کا پہلو پایا جاتا ہے اور اسی طرح پانچویں شق کہ اس نے تو خفیہ کہا تھا مگر کسی طرح دو گواہوں کو پتہ چل گیا اور معاملہ عدالت میں آ گیا جبکہ ذمی مجرم اب تک اپنے جرم سے انکاری ہے اور اسے مسلسل چھپانے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کے بارے میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کی ان تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو عقاب تو دیا جائے مگر قتل سے کم سزا دی جائے' تاہم بعض دیگر محققین علمائے حنفیہ نے فرمایا کہ ذمی کے سبّ نبی ﷺ کا مرتکب ثابت ہونے پر ہر صورت میں اسے قتل کیا جائے گا۔ ثبوت نیچے ملاحظہ ہو۔

چوتھی ' پانچویں شق پر قتل کا ثبوت:

علامہ محمود عینی حنفی شارح بخاری اور شارح ہدایہ و کنز نے فرمایا اختیاری فی السبّ ان یقتل میرا مختار مذہب یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ (عینی در مختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۴) یعنی اظہار و اعلان یا انتیاد ثابت۔ ہو یا اخفاء ثابت ہو بہر صورت حکم ایک ہے یعنی قتل کیا جائے (کہ ثبوتِ اخفاء کے بعد بات ظاہر ہو گئی)۔

صاحب بحر کے قول کی تنقیح:

یہاں پر صاحب بحر الرائق نے جو علامہ عینی سے متاخر ہیں علامہ عینی سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا **لااصل له فی الروایة آه**۔ (بحر الرائق' ردالمختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۳) یعنی عینی کے اس قول کی روایت ائمہ میں کوئی اصل نہیں (کہ اخفاء محض یا اقرار اخفاء پر بھی قتل کیا جائے)۔ اسی طرح علامہ ابن ہمام سے اختلاف کرتے ہوئے بھی صاحب بحر نے لکھا کہ **هو بحث خالف فيه اهل المذهب** یعنی یہ (ابن ہمام کا کلام کہ **اذا اظهره يقتل به وينتقض عهده وان لم يظهره ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا**) ایسی بحث ہے جو اہل مذہب (قول امام ابوحنیفہ کے ماننے والوں) کے خلاف ہے۔

جواب:

صاحب بحر نے یہاں دو قول کیے ہیں ایک یہ کہ عینی کے قول کے بارے میں روایت امام نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ صاحب فتح القدیر کا قول ان کی اپنی بحث ہے روایت امام نہیں۔ بلکہ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے امام اعظم اور ان کے اصحاب (ائمہ حنفیہ) کی مخالفت کی ہے۔

صاحب بحر کے ان دونوں جملوں میں فرق ہے پہلے جملہ کا مطلب ہے عینی کے قول کے بارے میں نہ تو اس کی تائید میں روایت امام نہیں بلکہ روایت امام سے ابن ہمام کے قول کی تردید ہوتی ہے۔ اب عینی اور ابن ہمام رحمہما اللہ کے دونوں قول سامنے رکھیں۔

(۱) **اختیاری فی السبّ ان یقتل (المعنی فی العینی شرح الکنز)** یعنی میرا اختیار یہ ہے کہ کسی نبی علیہ السلام کو جو شخص گالی دے اسے قتل کیا جائے۔

(۲) **اذا اظهره يقتل به وينتقض عهده وان لم يظهره ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا**۔ جب ذمی سبّ نبی کا اظہار کرے اسے قتل کیا جائے۔ اور

معاہدۂ ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر سبّ کا اس نے اظہار نہیں کیا وہ تو اسے چھپاتا تھا لیکن کسی طرح اس کے سبّ کرنے کا ہمیں پتہ چل گیا تو اسے قتل نہ کیا جائے۔

دیکھا جائے تو عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بظاہر کوئی فرق نہیں پھر صاحب بحر کے فرق کا کیا مطلب؟ بلکہ بنظر غور دیکھیں تو عینی کا قول زیادہ سخت ہے وہاں اظہار سبّ و اخفاء سبّ کا فرق کیے بغیر قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ جبکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اخفاء میں قتل کی نفی کی ہے۔ اندریں حال ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صاحب بحر عینی کی زیادہ تردید کرتے۔ جبکہ عینی کے قول کو انہوں نے صرف بے اصل (غیر ثابت) کہہ کر چھوڑ دیا۔ اور جو اخفاء میں چھوڑ رہے ہیں انہیں مذہب امام کا مخالف بتایا۔

اگر کسی کو صاحب بحر کے ان ہر دو تبصروں اور عینی و ابن ہمام دونوں کے اقوال کا فرق سمجھ میں نہیں آتا تو ہمارا خطاب ان سے نہیں۔ تاہم جنہیں یہ فرق سمجھ میں آ گیا ان کے لیے عرض ہے کہ یہاں تین فتوے ہیں۔ (۱) اظہار پر قتل یہ عینی اور ابن ہمام دونوں کا قول ہے (۲) اخفاء پر قتل یہ عینی کا قول بنتا ہے ابن ہمام اس کے خلاف عدم قتل کا فتویٰ دیتے ہیں (۳) سبّ سے عہد ذمہ کا ٹوٹنا۔ یہ علامہ ابن ہمام کا قول ہے' علامہ عینی کا قول نہیں۔ اگر صاحب بحر کا قول فتویٰ (۱) کا رد سمجھا جائے تو دونوں کو مخالف مذہب کہا ہوتا۔ جب ایسا نہیں کیا تو خود صاحب بحر کے اقوال میں تضاد لازم آ کر ان کے اقوال بے فائدہ ٹھہریں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں تو ثابت ہوا کہ صاحب بحر کا اعتراض اس فتویٰ پر ہرگز نہیں کہ ''ذمی اگر بالا علان سبّ کرے تو اسے قتل کیا جائے لہٰذا ہمارا دعویٰ بے غبار ٹھہرا۔

اب اگر فتویٰ (۲) کا رد سمجھا جائے تو اس میں علامہ عینی کا موقف یہ ہے کہ ''چھپا کر سبّ کرنے والے کو بھی قتل کیا جائے۔'' کیونکہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جرم اظہار اور جرم اخفاء کا فرق کیے بغیر قتل کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے اسے قتل نہ کیا

جائے۔اب اگر مخفی سب کرنے والے پر قتل کے حکم کو صرف بے ثبوت کہا جائے اور اسی جرم پر عدم قتل کے حکم کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت شدہ فتویٰ کے خلاف کہا جائے۔تو یہ صاحب بحر کے اقوال کا صریحاً تضاد ہوگا اور نہ صرف تضاد بلکہ صاحب بحر کی بات مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔جبکہ عاقل کے کلام کا وہ معنی لیا جاتا ہے جس سے اس کا کلام مفید مطلب ٹھہرے۔اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں صاحب بحر کا قول صرف عینی کے خلاف ہے کہ اخفاء فی السب کی صورت میں روایت امام (ظاہر الروایۃ) خاموش ہے۔یعنی عینی کے قول کی تائید میں روایت امام اگرچہ نہیں پائی گئی تو اس کے خلاف بھی ظاہر الروایۃ میں کوئی فتویٰ ائمہ حنفیہ کا نہیں۔جبکہ ابن ہمام کا رد تیسرے فتویٰ سے متعلق ہے۔

اب فتویٰ (۳) کی طرف آئیے کہ ذمی اگر سب کرے تو اس کا عہد ذمہ ٹوٹ گیا۔علامہ عینی نے یہ بات نہیں کی اس لیے صاحب بحر نے ان کے رد میں وہ شدت اختیار نہیں کی جو ابن ہمام کے رد میں اختیار کی کیونکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ نے نقض ذمہ کا قول کیا تھا جس کے خلاف امام صاحب اور دیگر ائمہ حنفیہ کا قول ظاہر الروایۃ سے فقہ حنفیہ کے متون و شروح میں نقل ہوتا چلا آ رہا تھا۔اس لیے صاحب بحر کو کہنا پڑا کہ ابن ہمام نے یہ کہہ کر ائمہ مذہب اور ان کے تابعین سب اہل مذہب کی مخالفت کی ہے اور ہم بھی اس حد تک صاحب بحر کی تائید کرتے ہیں۔

نقضِ ذمّہ اور محکوم بالقتل کا فرق:

کوئی کہہ سکتا ہے کہ نقض ذمہ کی صورت میں بھی اسے قتل ہونا پڑتا اور اب بھی وہ قتل ہو رہا ہے تو ذمہ ٹوٹنے اور ذمہ نہ ٹوٹنے کا کیا فرق ہوا۔اور اس فرق سے مجرم کو کیا فائدہ ہوا۔

تو عرض ہے کہ ان دونوں میں واضح فرق ہے (۱) اگر ذمہ ٹوٹ جائے اور وہ کسی

کافر ملک میں بھاگ جائے تو ہم اسے واپس نہیں مانگ سکتے کہ مجرم ہمارے ملک سے نکلنے سے قبل ہی ہمارے ملک کی نیشنلٹی اور قومیت میں نہ رہا تھا۔لیکن ذمہ نہ ٹوٹنے کی شکل میں ہم اسے واپس مانگ سکتے ہیں۔(۲) ذمہ ٹوٹ جانے کے بعد ہم اسے قتل کرنا چاہیں تو موجودہ حالات میں غیر مسلم ممالک کا شور مچانا ہمارے داخلی امور میں مداخلت قرار نہ پائے گا جبکہ ذمہ نہ ٹوٹنے کی شکل میں ان ممالک کا شور مچانا ہمارے داخلی امور میں مداخلت قرار پائے گا۔

فرق کا فائدہ:

رہا یہ امر کہ اس سے مجرم کو کیا فائدہ تو وہ یہ ہے کہ اگر اس کا ذمہ ٹوٹ جائے تو اس کی تمام جائیداد (حربی غیر مستامن کا مال قرار پا کر) بحق سرکار ضبط ہو جائے گی۔اس کے غیر بالغ بچے غلام قرار پا جائیں گے بلکہ اس کی بیوی بھی کنیز بن کر بیت المال کی ملکیت ہو جائے گی۔لیکن ذمہ نہ ٹوٹنے کی صورت میں صرف گالی دینے والا قتل ہوگا اس کے بچوں اور اس کی بیوی پر کوئی تصرف نہ ہوگا اور اس کا مال اس کے بچوں کی میراث ٹھہرے گا اور ان کو تحفظ دینا مسلمانوں اور حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔کیا یہ واضح اور مفید فرق نہیں۔

ہماری اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ حنفی اس مسئلہ میں باقی تینوں ائمہ کے مذہب پر واضح ترجیح رکھتا ہے۔بہر حال اس بات میں کسی حنفی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اعلان بالسبّ کے ثبوت پر حنفیہ کے نزدیک مجرم کو قتل کیا جائے گا۔ہماری اس وضاحت کی مزید تائید ائمہ حنفیہ کے کلام سے آگے آرہی ہے۔

ظاهر الروایة سے قتل کی تصریح:

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہیں کہ ائمہ سے روایت تو صرف عقاب کی ہے لیکن وہ مبہم ہے اس کی تشریح ''قتل بصورت اعلان (حقیقی یا حکمی)'' سے کرنا بعد والے علماء کی

طرف سے ہے۔ ہوسکتا ہے یہ ہمارے ائمہ کی مراد نہ ہو اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ صاحب بحر اس جرم پر قتل کا مطلقاً انکار کرتے ہوں تو ان پر کوئی قباحت لازم نہ آئے گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ سیر صغیر اور سیر کبیر یہ دونوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ان کتابوں سے ہیں جنہیں ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے یعنی اس میں امام ابو حنیفہ کے قول کو محفوظ کیا جاتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد بھی بالعموم اسی میں متفق ہوتے ہیں اور اگر متفق نہ ہوں تو ان کا اختلاف ذکر کیا جاتا ہے۔ آیئے ہم کتاب السیر سے قتل ذی بصورت اعلان کا فتویٰ دکھاتے ہیں۔

واستدل محمد لبيان قتل المرأة اذا اعلنت بشتم الرسول بماروى ان عمر بن عدى لما سمع عصماء بنت مروان تؤذى الرسول فقتلها ليلاً مدحه صلى الله عليه وسلم على ذلك

یعنی امام محمد نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اعلان و اظہار گالی دینے والی عورت کے قتل کے بیان پر اس روایت سے استدلال فرمایا کہ عمر بن عدی رضی اللہ عنہ نے جب عصماء بنت مروان سے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچا رہی ہے تو اسے رات کے وقت قتل کر دیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے عمر بن عدی کی مدح فرمائی۔

(کتاب السیر، الذخیرۃ، الاربعینیہ لابن کمال باشا، درمختار ہامشی صفحہ ۳۰۶ جلد ۲)

درمختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین نے حاشیہ میں فرمایا

هذا الاستدلال من الامام محمد رحمه الله تعالىٰ على جواز قتل المرأة اواعلنت بالشتم فهو مخصوص من عموم النهى عن قتل النساء من اهل الحرب كما ذكره فى السير الكبير فيدل على جواز قتل الذمى المنهى عن قتله بعقد الذمة اذا اعلن بالشتم ايضا و استدل لذلك فى شرح السير الكبير بعدة احاديث منها حديث ابى اسحاق الهمدانى قال

جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سمعت امرأۃ من یہود وھی تشتمک واللہ یارسول اللہ انھا لمحسنۃ الی فقتلتھا فھدر النبی صلی اللہ علیہ دمھا (ردالمختار صفحہ ۳۰۶ جلد ۳) یعنی مذکورہ بالا حدیث عمر بن عدی رضی اللہ عنہ سے یہ استدلال امام حنفیہ جناب امام محمد نے (کتاب السیر میں جو ظاہر الروایۃ سے اور امام ابوحنیفہ کے اقوال کے لیے ہے۔) فرمایا کہ عورت جب رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان سبّ کرے تو اس کے قتل کا جواز ثابت ہوتا ہے تو یہ اہل حرب (کافروں کے ملک) کی عورتوں کو قتل کرنے کی نہی اور رکاوٹ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ انہوں نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا تو یہی حدیث ذمی مرد کے قتل پر بھی دلیل ہے جس کے (بوجہ معاہدۂ ذمہ) قتل سے روکا گیا۔ جب وہ سرکار ﷺ کو علانیہ سبّ کرے تو اسے بھی قتل کرنا جائز ہوگا۔ شرح سیر کبیر میں اس امر پر کئی احادیث سے استدلال کیا جن میں سے ایک ابواسحٰق ہمدانی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک (صحابی) مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کی ایک عورت یہودیوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم وہ میری محسنہ ہے۔ میں نے اس سے سنا وہ آپ کو سبّ و شتم بک رہی تھی تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا خون ھدر (بے معاوضہ رائیگاں) قرار دے دیا۔ (سیر کبیر، شرح سیر کبیر، ردالمختار صفحہ ۳۰۶ جلد ۳)

(ظاهر الرواية):

سیر کبیر، شرح سیر کبیر کے حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ ذمی اگر رسول اللہ ﷺ کو سبّ کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس کا اعلان (اظہار) اس سے ثابت ہو جائے تو اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے۔ اس حوالہ کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ صاحب بحر حنفی رہتے ہوئے اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ بالاعلان سبّ و شتم کی صورت میں ذمی کا قتل روایات ائمہ حنفیہ سے ثابت ہے لہٰذا ان کا انکار

کسی اور امر پر ہے اور وہ وہی ہے جو ان کے کلام کی تشریح میں فقیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا انکار عقد ذمہ کے ٹوٹنے اور اخفاء کے ثبوت پر قتل واجب ہونے پر ہے اسی لیے علامہ خیر الدین الحنفی الرملی نے فرمایا۔

لایلزم من عدم النقض عدم التل وقد صرحوا قاطبة بانه یعزر علی ذلک یؤدب وھویدل علی جواز قتله زجراً لغیرہ اذ یجوز الترقی فی التعزیر الی القتل اذا عظم موجبه (فتاویٰ خیریہ ردالمختار صفحہ ۳۰۵ جلد۳)

یعنی (صاحب بحر کے قول کا مطلب ذمی کے قتل سے انکار نہیں کیونکہ) معاہدۂ ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا اسے قتل نہ کیا جائے اور (جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو) تمام فقہاء حنفیہ اور ائمہ حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ ذمی سابّ کو تعزیر اور تادیب کی جائے گی اور یہ (صریح ارشاد) دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا قتل جائز ہے تاکہ دوسرے ذمی اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں اس لیے کہ تعزیر میں قتل کے حکم تک ترقی کرنا جائز ہے جبکہ "موجب تعزیر جرم" جرم عظیم ہو۔

اسی طرح علامہ ابن ہمام پر صاحب بحر کی تنقید سے جو غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی اسے دور کرنے کے لیے علامہ خیر الدین نے فرمایا

ان مابحثه فی النقض مسلم مخالفته للمذھب واماما بحثه فی القتل فلا (فتحاوی خیریہ ردالمختار صفحہ ۳۰۵ جلد۳)

علامہ ابن ہمام نے نقض ذمہ بوجہ سب کا جو قول اپنی بحث میں کیا ہم مانتے ہیں کہ وہ مذہب کے مخالف ہے لیکن قتل ذمی پر جو بحث فرمائی تو وہ بحث مذہب حنفیہ کے مخالف نہیں۔

جب ذمہ نہیں ٹوٹتا تو پھر قتل کیونکر جائز ہوگا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ

خیرالدین حنفی فرماتے ہیں۔

ومذهب الشافعی کمذهبنا علی الاصح قال ابن السبکی لاینبغی ان یفهم من عدم الانتقاض انه لایقتل فان ذلک لایلزم اھ ولیس فی مذهبنا ماینفی قتله خصوصاً اذا اظهر ماهو الغایة فی التمردو عدم الاکتراث والاستخفاف واستعلی علی المسلمین علی وجه صار متمردا علیهم اھ

(فتاوی خیر الدین ردالمختار صفحه ۳۰۵ جلد۳)

(اس مسئلہ میں) مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ علی الاصح ہمارے مذہب کی طرح ہے (چنانچہ) ابن السبکی (شافعی) نے فرمایا نقض ذمہ نہ ہونے سے یہ سمجھنا نامناسب ہے کہ اسے قتل بھی نہ کیا جائے کہ یہ لازم نہیں کہ ذمی کا ذمہ باقی ہو تو اسے (کسی موجب قتل جرم پر بھی) قتل نہ کیا جائے۔ علامہ خیرالدین حنفی نے فرمایا ہمارے مذہب (حنفیت میں اس کے قتل سے انکار کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔(تو اسے قتل کیا جائے گا) خصوصاً جبکہ وہ ایسے امور کا اظہار کرے جن سے اس کی انتہائی سرکشی اور (مسلمانوں کی) پروانہ کرنا اور توہین ظاہر ہوتی ہو اور مسلمانوں پر تمرد اور سرکشی کے انداز میں غلبہ چاہتا ہو۔

الحمدللہ ہماری اس تحریر سے حق واضح ہوگیا اور مختلف عبارات کی تطبیق بھی ہوگئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی اعلان سب ایک بار کرے یا کئی بارؤہ اعلان کم از کم دو آدمیوں کے سامنے کیا گیا یا دو آدمیوں نے بیک وقت سنایا یکے بعد دیگرے سن کر قاضی کے روبرو گواہیاں جمع ہوئیں یہ سب اعلان کی ہیں اور اعلان سب نبی پر باتفاق روایات حنفیہ قتل لازم ہوتا ہے۔ علامہ عینی اور ان جیسے دیگر علماء کے نزدیک اس کا ایک آدمی کے سامنے کہنا بھی اعلان ہے کیونکہ اس شخص کے سامنے تو اس نے سب کا اظہار کیا۔ یہ اور بات ہے کہ حاکم

کے روبرواس پر جرم ثابت نہیں کیا جاسکتا تھا۔اور جب دوآدمی سننے والے بلکہ ایک اور سننے والا مل کر دو گواہ ہوگئے یا اس نے قاضی کے روبرو خود اقرار کرلیا تو اظہار جرم کا ثبوت بھی ہوگیا لہٰذا اب بھی اس کا قتل اظہار پر ہوگا اخفاء پر نہیں۔

چھٹی صورت کا بیان:

ہمارے اس بیان سے چھٹی صورت کا حکم بھی سمجھ میں آ گیا کہ جب ایک آدمی کے سامنے اظہار سبّ کیا تو اظہار اور اعلان تو ہوگیا۔اب وہ آدمی جانتا ہے کہ قاضی کے روبرو تو میں ثابت نہ کرسکوں گا اس لیے اسے قتل کر دیتا ہے تو وہ مسلمان اسے قتل کر کے گنہگار نہیں۔ہاں اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ ذمی کے وارثوں نے قاتل کا دعویٰ قبول نہ کیا اور قصاص کا دعویٰ کر دیا تو پھر کیا ہوگا۔

درمختار صفحہ ۱۹۷ جلد ۳ میں ہے

فی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلماً یزنی ان یحل له قتله و انما یمتنع خوفاً من ان لایصدق انه زنی

(درمختار صفحہ ۱۹۷، جلد ۳)

یعنی کتاب ’’مجتبیٰ‘‘ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص جو کسی مسلمان کو (مثلاً) زنا کرتے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس زانی کو قتل کرے اور وہ فقط اس لیے باز رہے گا کہ ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے اس بات میں سچا نہ مانا جائے کہ اس مقتول نے زنا کیا تھا۔

حاشیہ میں علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔ **عزاه بعضهم ایضاً الی جامع الفتاویٰ وحدود البزازية وحاصله انه يحل ديانة لاقضاء فلا يصدقه القاضی الاببينه والظاهرانه يأتی هنا التفصيل المذكور فی السرقة وهو مافی البزازية وغيرها ان لم يكن لصاحب الداربيبنة فان لم يكن المقتول معروفاً**

بالشّروالسرقة قتل صاحب الدار قصاصاً وان كان متهما به فكذلک قياساً وفی الاستحسان تجب الدّية فی ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة فی القصاص لافی المال (جامع الفتاویٰ بزازیہ ملخصاً ردالمختار صفحہ ۱۹۷ جلد۳) یعنی بعض علماء نے مذکورہ بالا قاعدہ کو کتاب ''مجتبیٰ'' کے علاوہ جامع الفتاویٰ اور کتاب الحدود بزازیہ سے بھی منسوب کیا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ خود سننے والے پر اس مجرم کا قتل دیانۃً (عنداللہ فقط) تو جائز ہے قضاءً (قاضی کے روبرو کافی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے) جائز نہیں تو قاضی اس کو سچا قرار نہ دے گا جب تک گواہی نہ ہو علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ چوری کے مسئلہ کی تفصیل یہاں بھی جاری ہو اور وہ بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ (چور کو گھر والے نے مار ڈالا تو) اگر گھر والے کے پاس اس کی چوری پر گواہی نہ ہو پھر مقتول اگر شرارت اور چوری میں مشہور نہ ہو تو گھر والے کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مشہور نہ ہو مگر اس پر چوری کی تہمت (بغیر ثبوت کے) پہلے بھی لگائی گئی ہو تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے (کہ اسے قصاصاً قتل کیا جائے) البتہ استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ مقتول کے ورثہ کو ادائیگی کے لیے دیت اس کے مال میں واجب ہو کہ دلالت حال نے قصاص میں شبہ پیدا کر دیا مگر دیت میں (اس شبہ کا کوئی اثر) نہیں۔

الحمدللہ ثابت ہو گیا کہ ابن تیمیہ نے غلط کہا حنفی ایک دفعہ کے بالاعلان سبّ کو بھی قتل کا سبب ٹھہراتے ہیں یہ نہیں کہ جب تک کئی بار اعلان ثابت نہ ہو اسے قتل نہ کر سکیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قتل بالتعزیر کے لیے صرف تکرار یا مصلحت ہی سبّب نہیں بلکہ موجب کا عظیم ہونا بھی قتل کا سبّب ہے جیسا کہ علامہ خیرالدین سے گزر چکا۔ اس لیے کسی طرح بھی سبّ کرے اگر ثابت ہو جائے تو ذمی کافر کو قتل کیا جائے گا۔ (لہٰذا باقی غیر مسلموں کو تو بطریق اولیٰ قتل کیا جائے گا)۔ **وبالله التوفيق۔**

ایک سننے والا آدمی اگر سابّ کو قتل کرے:

شرح السیر والے نے امام محمد کی اتباع میں ایسی حدیث پیش کی جس کی رو سے مجرم نے ایک آدمی کے سامنے حضور ﷺ کو سبّ کیا تھا تو اس ایک کے غصہ میں آ کر قتل کرنے کو بوجہ اعلان قرار دیا گیا۔ جس کا حوالہ گزر چکا۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جب حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے سبّ سنا اور اسے قتل کر دیا تو پھر آپ کیوں یہ کہتے ہیں کہ ثبوت نہ ہو تو قصاص یا دیت ضروری ہوگی۔ تو میں عرض کروں گا کہ قصاص و دیت تو وارثوں کے مطالبہ پر ہوتے ہیں یہاں اگر قاتل کے سوا کوئی وارث ہوتا تو سامنے آتا' معلوم ہوا یا تو اس کا وارث کوئی اور نہ تھا یا تھے تو قاتل کے ساتھ ایسا رشتہ رکھتے تھے کہ اس پر نالش نہ کی یا سب وارث مسلمان تھے اور ان سب نے مجرم کا قتل درست قرار دیا یا اس کے علاوہ کوئی قرینہ تھا اس لیے قصاص لازم نہ ہوا۔

اعلان بالسبّ اور قاضی کے لیے قتل کا اختیار:

اس حدیث کے ذیل میں شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ تو اکیلی عورت تھی اس لیے اکیلے آدمی کے سامنے سبّ کیا تو یہ اعلان کیسے ہوا۔ اور اگر اعلان بھی قرار دیا جائے تو اسے حضور ﷺ نے تو قتل نہیں کرایا تھا' پھر امام محمد رحمۃ اللہ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اعلان کی صورت میں قاضی کو اسے قتل کرنے کا حق حاصل ہے تو میں عرض کروں جیسا کہ پہلے گزرا یہاں اعلان سے مراد صرف کسی خبر کا ڈھنڈورا پیٹنا نہیں بلکہ کسی شخص کے سامنے نبی ﷺ کو گالی دے کر یہ ظاہر کرنا ہے کہ مجرم حضور کو گالی دینے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتا' اور یہ امر ایک شخص کے سامنے گالی دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے تو اظہار ہو گیا۔ رہا یہ کہ قاضی کے سامنے دو گواہ ضروری ہیں تو اظہار کے لیے نہیں بلکہ اظہار کے ثبوت کے لیے گواہ ضروری ہیں۔ اظہار تو ایک آدمی کے سامنے بھی کافی ہے اور اسی اظہار کو یہاں اعلان

کہتے ہیں۔ رہا دوسرا امر تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ قابل غور یہ امر ہے کہ جب حضور ﷺ کو قاتل کے اقرار سے یہ پتہ چلا کہ اس شخص نے کسی کو قتل کر دیا ہے تو یہاں دو امر ہیں سرکار نے اسے قتل ہونے کا مستحق سمجھا یا نہیں سمجھا' اگر نبی ﷺ مقتول کو قتل کا مستحق نہ سمجھتے تو قاتل سے فرماتے کہ تو نے جرم کیا' اسے ڈانٹتے کہ کس سے پوچھ کر ایسا کیا' تو گناہ گار ہوا اور برملا فرماتے کہ اے اللہ! میں اس قتل سے بری' بیزار ہوں اور ایسا بالکل نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے اسے قتل کا مستحق سمجھا اور صرف ایک آدمی کے سامنے اس کے سبّ کو اعلان سمجھا اور قاضی صرف اسے قتل کر سکتا ہے جو قتل کا شرعاً مستحق ہو اور شرع سے ثابت ہو گیا کہ اعلان سبّ سے ذمی قتل کا مستحق ہو جاتا ہے لہٰذا ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ ذمی اگر سبّ نبی کا اعلان کرے تو اسے قتل کیا جائے گا تو ہمارے ائمہ کا یہ مسئلہ اور استنباط حدیث نبوی کی روشنی میں بالکل صحیح ہے مگر اکثر لوگ ان کے مدارک کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

یہ تعزیر حاکم معاف نہیں کرسکتا:

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ تینوں ائمہ نے یہ فرمایا کہ ایسے شخص کو جو ذمی ہو کر سبّ رسول ﷺ کا مرتکب ہو بطور حد قتل کیا جائے اور ائمہ حنفیہ نے فرمایا کہ بطور عقاب قتل کیا جائے اور ظاہر ہے اس سے مراد تعزیر ہے اور تعزیر کا نفاذ حاکم کی مرضی پر ہوتا ہے حاکم چاہے تو تعزیر کو مکمل معاف یا ہلکا کر سکتا ہے لہٰذا یہاں بھی حاکم معاف کر سکے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہاں ایسا ہرگز نہیں۔

اظہار سبّ رسول ﷺ کے مرتکب ذمی کو حاکم اعلیٰ معاف نہیں کرسکتا:

بیشک مشہور یہی ہے کہ تعزیر کی مقدار حاکم اعلیٰ تجویز کرے گا اور اسے تعزیر کے مکمل معاف کرنے کا بھی اختیار ہے لیکن فقہ حنفی کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امر

میں بھی تفصیل ہے۔اگر چہ تعزیر اسی جرم پر ہوتی ہے جس پر حد مقرر نہ ہوتا ہم بعض جرائم کی تعزیرات کی مقدار ہمارے فقہاء نے بیان کردی ہے ان امور میں حق اللہ بھی حاکم کو معاف کرنے کا حق نہیں چہ جائیکہ وہ حق العبد کی ایسی سزا کو معاف کرسکے۔فتح القدیر میں ہے۔

لنا ان ماكان منصوصاً عليه من التعزير كمافى وطئى جارية امرائته اوجارية مشتركة يجب امتثال الامر فيه	یعنی ہمارا موقف یہ ہے کہ جو تعزیر (ائمہ سے) منصوص علیہ ہو اس میں تعمیل حکم واجب ہے۔(فتح القدیر شرح ہدایہ جلد۵ صفحہ۲۱۳طبع رشیدیہ کوئٹہ)

بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا کہ تعزیر حق العبد اور ''حق اللہ خالص'' دو قسموں پر مشتمل ہیں ان افراده التي هي حق العبد اكثر من افراده التي هي حق الله۔ یعنی تعزیر کے وہ افراد جو حق العبد بھی ہیں زیادہ ہیں تعزیر کے ان افراد کی تعداد سے جو (محض) حق اللہ ہیں۔(حاوی ردالمحتار جلد۳صفحہ۲۰۴) درمختار میں ہے فان حقوق العباد ليس للقاضي اسقاطها (درمختار عربی حاشی جلد۳صفحہ۲۰۵) یعنی قاضی (اور حاکم اعلیٰ کو) حقوق العباد (کی تعزیر) ساقط کرنے کا حق نہیں۔

میں عرض کروں گا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ یہ کتابیں بھی ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں تاہم راقم کے نزدیک اس امر کا واضح بیان یہ ہے کہ قابل تعزیر جرائم دو قسم ہیں۔(۱) وہ کہ ان کے ہم جنس جرائم میں حدود شرعیہ نافذ ہیں۔(۲) وہ کہ ان کے ہم جنس میں حدود شرعیہ نافذ نہیں۔جن جرائم کی جنس میں حدود شرعیہ نافذ ہیں ان کی تعزیر میں حاکم اعلیٰ کو سوائے نفاذ کے کوئی چارہ نہیں۔نہ معاف کرسکتا ہے اور نہ کم کرسکتا ہے گرچہ دوسری مذکورہ بالا قسم میں اسے نفاذ و عدم نفاذ کا اختیار ہے۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

(ومن قذف عبداً اوامة اوام ولدا اوكافرًا بالزنا عزر) لانه جناية قذف وقد امتنع وجوب الحد لفقد الاحصان فوجب التعزير اوكذا اذا قذف مسلماً بغير الزنا فقال يا فاسق اويا كافر اوياخبيث اوياسارق) لانه اذاه والحق الشّين به والامدخل للقياس فى الحدود فوجب التعزير الا انه يبلغ بالتعزير غايته فى الجناية الأولى لانه من جنس مايجب به الحدوفى الثانية الرأى الى الامام

(ہدایہ فی متن فتح القدیر جلد۵ صفحہ۱۱۴)

یعنی جس شخص نے زرخرید غلام وکنیز یا ام ولد یا کافر (ذمی) پر زنا کی تہمت لگائی اسے تعزیر دی جائے گی کیونکہ یہ جرم قذف (کی جنس سے) ہے اور حد کا وجوب ناممکن ہے اس لیے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ شرط (حدّ مقذوف کا) "احصان" (آزاد مسلمان ہونا) نہیں پایا جاتا تھا لہٰذا تعزیر واجب ہے اسی طرح اگر کسی نے مسلمان پر زنا کے سوا سے تہمت لگائی کہ اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور کہا (تو اسے بھی تعزیر کی جائے) کہ اس شخص نے اس مسلمان کو ایذاء پہنچائی اور اس پر عیب لگایا اور حدود (کے ثبوت) میں قیاس (فقہاء) کو دخل نہیں لہٰذا تعزیر واجب ہوگی۔ ہاں مگر جرم کی پہلی قسم میں تعزیر کو اس کی آخری حد تک پہنچائے گا اس لیے کہ یہ تعزیر اس جرم پر ہے جس کی جنس میں حد واجب ہوتی ہے۔ (لہٰذا حاکم اعلیٰ کو اس میں کمی کا کوئی حق نہیں) اور تعزیر کی دوسری قسم (اس جرم پر کہ اس کی جنس میں حد واجب نہیں) میں حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رائے سے کمی کرسکتا ہے (مکمل معاف اس کو بھی نہیں کرسکتا کہ دونوں لازم اور واجب ہیں۔

(ہدایہ متن فتح القدیر جلد۵ صفحہ۱۱۴ طبع کوئٹہ)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر میں اسی کو سالم رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

(من قذف عبداً اوامة اوام ولد اوكافرا بالزنا عزر) بالاجماع الا على قول داؤد فانه يحدبه وقول ابن المسيب فى الذميه لهاولد مسلم قال يحدبه...... قال المصنف (الا انه يبلغ بالتعزير غايته الجناية الاولىٰ) وهو ما اذا قذف غير المحصن بالزنا (لانه من جنس ما يجب به الحد) وهو الرّمى بالزنا (وفى الثانية) وهو ما اذا قذفه بغير الزنا من المعاصى (الراى الى الامام)

یعنی جس نے (زرخرید) غلام یا کنیز یا ام ولد یا کسی کافر پر زنا کی تہمت لگائی اسے تعزیر دی جائے گی۔ اس مسئلہ پر اجماع ہے مگر داؤد ظاہری کا قول ہے کہ عبد پر یہ تہمت لگائے تو حد لگائی جائے اور سعید ابن میتب کا قول ہے کہ ذمیہ پر یہ تہمت لگائی جس کا بیٹا مسلمان ہے تو قاذف کو اس جرم پر ان کے نزدیک حد لگائی جائے گی۔ (آگے چل کر لکھتے ہیں) مصنف (یعنی صاحب ہدایہ نے کہا ہاں مگر پہلی قسم کے جرم میں تعزیر کو انتہا پر پہنچائے گا اور وہ (پہلی قسم سے مصنف کی مراد) یہ ہے کہ زنا کی تہمت غیر محصن کو لگائے کہ یہ جرم حد واجب کرنے والے جرم کی جنس سے ہے جو زنا کی تہمت لگانا ہے اور دوسری قسم میں (اور وہ یہ ہے کہ کسی کو سوائے زنا کسی اور گناہ کی تہمت لگائے) حاکم اعلیٰ کی رائے پر چھوڑا گیا ہے۔

(فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴ طبع کوئٹہ)

کفایہ علی الهدایہ میں ہے: قوله الانه يبلغ بالتعزير غايته فى الجناية الاولىٰ وهى ماذا قذف غير المحصن بالزنا ولم يثبت وفى الثانية وهى ماذا قذف مسلماً بغير الزنا یعنی صاحب ہدایہ کے اس قول میں کہ پہلی قسم کے جرم میں تعزیر کو مکمل کرنا ہوگا۔ پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ غیر محصن کو کو زنا کی تہمت لگائی اور زنا

ثابت نہ ہوا (تو پہلی قسم کی تعزیر لازم ہوگی جس میں حاکم اعلیٰ کو کمی کرنے کا حق بھی نہیں) اور دوسری قسم کے جرم سے مراد یہ ہے کہ مسلمان کو زنا کے سوا کسی اور چیز کی تہمت لگائے۔ (کفایہ علی الہدایہ جلد۵ صفحہ۱۱۴-۱۱۵) نیز عنایہ جلد صفحہ۱۱۴ ہدایہ کی عبارت کو برقرار رکھا۔

امام ابو حنیفہ اور آپ کے صاحبین حاکم کو تعزیر قائم مقام حد کے ساقط کرنے کی اجازت نہیں دیتے:

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ تعزیر قائم مقام حد کو نہ تو حاکم معاف کرسکتا ہے اور نہ ہی کم کرسکتا ہے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ متون ظاہر الروایہ (یعنی ''متواتر ثابت ہونے والے'' امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے اقوال) کے بیان کے لیے ہیں اور پھر شروح ان کے بعد اسی منزلہ میں ہیں اور ہدایہ کو مثل متن مانا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ یہی امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ کا بتواتر ثابت ہونے والا قول ہے کہ اگر صاحبین اس میں شامل نہ ہوتے تو ان کے اختلاف کا بیان کیا جاتا۔

تعزیر بالضرب میں زیادہ سے زیادہ حد کا تعین:

چونکہ تعزیر بالضرب مشابہ بالحد میں حاکم اعلیٰ سے مطالبہ تھا کہ وہ کم نہیں کرسکتا اس لیے امام ابو حنیفہ نے اس کی آخری حد متعین کردی اور وہ یہ کہ ادنیٰ حد سے ایک جزء کم کردیا۔

ہدایہ میں ہے فابو حنیفة و محمد نظر الٰی ادنی الحد وهو حد العبد فی القذف فصرفاه الیه وذلک اربعون سوطا فنقصا منه سوطا و ابو یوسف اعتبرا قل الحد فی الاحرار اذا الاصل هو الحرية ثم نقص سوطاً فی رواية عنه وهو قول زفر وهو القياس وفی هذه الرواية نقص خمسة وهو ماثور عن

علی۔ یعنی امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے تمام حدوں میں کم سے کم حد (بالضرب) کی طرف دیکھا اور وہ عبد کو قذف کی حد جو چالیس کوڑے ہے تو انہوں نے اس سے (ایک جزء یعنی) ایک کوڑا گھٹا کر تعزیر (بالضرب) کی حد (انتالیس کوڑے) مقرر فرمائی۔ اور امام ابو یوسف نے (غلام کی بجائے) آزاد کی کم سے کم حد کا اعتبار کرتے ہوئے اسی کوڑے سے ایک جزء گھٹا دیا کہ اصل حریت ہے پھر وہ جزء ظاہر الروایہ میں (۷۵ یعنی) پانچ کوڑے کم کرنا ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور غیر ظاہر الروایہ میں (۷۹ یعنی) جزء سے مراد ان کے ہاں بھی ایک کوڑا ہے اور یہی مذہب امام زفر رحمۃ اللہ کا بھی ہے۔ صاحب ہدایہ کے نزدیک قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (ہدایہ مع فتح جلد ۵ صفحہ ۱۱۵ طبع کوئٹہ) شاید کسی کو خیال ہو کہ ان اقوال میں تعارض ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ تعارض ہمیں مضر نہیں کہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کوڑوں کی گنتی نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ حنفی ائمہ کے نزدیک اس ایک نقطہ پر اتفاق ہے کہ تعزیر بالضرب کی زیادہ سے زیادہ حد متعین ہے جس سے گھٹانا حاکم اعلیٰ کے اختیار میں نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ تعزیر قائم مقام حد میں امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے متفق علیہ قول سے حاکم اعلیٰ کو کمی کرنے کا کوئی اختیار نہیں اگر ناگوار نہ ہو تو کچھ اور حوالے ملاحظہ ہوں۔ بدائع الصنائع میں ہے: **اما قدر التعزير فانه ان وجب بجناية ليس من جنسها مايوجب الحد كما اذا قال لغيره يافاسق ياخبيث ياسارق و نحوذلک فالا مام فيه بلخيار ان شاء عذره بالضرب وان شاء بالحبس وان شاء بالكهر والاستخفاف بالكلام...... وان وجب بجنايه فى جنسها الحدلكنه لم يجب لفقد شرطه كما اذا قال لصبى او مجنون يازانى اوللمية اوام ولديازانية فالتعزير فيه بالضرب ويبلغ اقصى غاياته وذلک تسعة وثلاثون فى قول ابى حنيفة عليه الرحمه۔** رہی تعزیر کی

مقدار تو تعزیر اگر ایسے جرم کے سبب واجب ہو کہ اس کی جنس سے کوئی جرم موجب حد نہ ہو مثلاً کسی دوسرے کو اے فاسق' اے خبیث' اے چور اور اس کے مانند کہا تو حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسے پٹائی کے ذریعے تعزیر دے اگر چاہے تو حبس (قید کرنے) سے اور اگر چاہے تو زبانی ڈانٹ ڈپٹ اور زبانی توہین سے سزا دے..... آگے چل کر لکھا اور اگر تعزیر ایسے جرم کے سبب واجب ہوئی جس کی جنس پر حد لازم ہوتی ہے لیکن کسی شرط کے نہ پائے جانے کے سبب لازم نہیں ہوئی مثلاً کسی بچے یا پاگل کو (بلاثبوت) زانی کہہ کر پکارا یا کسی ذمی عورت یا (مسلمان کنیز) ام ولد کو (بلاثبوت) زانیہ کہہ کر پکارا تو اس میں پٹائی سے تعزیر ہوگی اور حاکم اسے (حد سے نیچے) آخری انتہاء تک (اس کی مقدار کو پہنچائے گا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قول پر وہ آخری حد انتالیس کوڑے ہے۔ (بدائع الصنائع امام کاشانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ جلد ۷ صفحہ ۶۴ طبع ایچ ایم سعید کراچی)

صاحب قنیہ کی روایت کا جواب:

علامہ زاہدی نے جو حنفی کہلانے کے باوجود معتزلی العقیدہ تھا اہلسنت سے نہ تھا۔ قنیہ میں مشکل الآثار سے نقل کیا: **ان اقامة التعزیر الی الامام عندائمتنا الثلاثة والشافعی والعفوأنیه ایضاً قال الطحاوی وعندی ان العفو للمجنی علیه لاللامام قال صاحب القنیة ولعل ماقالوه فی التعزیر الواجب حقاً لله تعالیٰ و ماقاله الطحاوی فیما اذا جنی علی انسان** (ردالمحتار صفحہ ۲۰۵ جلد ۳ باب التعزیر) یعنی تعزیر قائم کرنا ہمارے تینوں ائمہ اور امام شافعی کے نزدیک حاکم اعلیٰ کے سپرد ہے اور معافی بھی اسی کے سپرد ہے۔ طحاوی نے فرمایا میرے نزدیک معافی کا اختیار حاکم اعلیٰ کو نہیں بلکہ جس شخص سے زیادتی ہوئی اسے معافی کا اختیار ہے۔ صاحب قنیہ نے کہا ''شاید ائمہ ثلاثہ اور امام شافعی کا قول اس تعزیر کے بارے میں ہے جو حق اللہ میں واجب ہوئی اور جو

طحاوی نے کہا وہ اس جرم میں ہے کہ زیادتی کسی انسان سے کی ہو۔" (ردالمختار صفحہ ۲۰۵ جلد ۳ باب التعزیر)

جواب:

اس کے کئی جواب ہیں (ا) یہ روایت زاہدی سے منقول ہے جو سنی نہیں (ب) دوسرا یہ کہ ائمہ حنفیہ سے روایت میں اس کی کتابوں کا فقہاء کے ہاں اعتبار نہیں کہ ضعیف روایات لاتا ہے۔ (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۵۱۰) **قد تکرر ان الزاھدی ینقل الروایات الضعیفة** (ج) تیسرا یہ کہ وہ خود حق العبد کے بارے میں اس کے ظاہری مطلب کو نہیں مان رہا پھر یہ روایت کیونکر قبول ہوگی۔

(۲) یہ کہ بشرطِ صحت ثبوت طحاوی کی ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے یہ روایت ظاہر الروایہ کے مقابل ہے جو روایت ظاہر الروایہ کے مقابل ہو حنفی فقہاء کے ہاں اصولاً غیر مقبول اور ضعیف ہوتی ہے اور گزشتہ اوراق میں ثابت ہو چکا کہ ظاہر الروایہ کے مطابق حاکم کو تعزیر قائم مقام حد میں معافی تو ایک طرف کمی کا بھی اختیار نہیں۔ پھر یہ کہ خود طحاوی بھی حق العبد میں اس روایت کو نہیں مانتے جبکہ ہمارے زیر بحث مسئلہ بھی حق العبد کی قسم سے ہے تو ہم ظاہر الروایہ کے قائلین کیونکر اسے تسلیم کرلیں۔

(۳) علامہ شامی نے روایت کا بوجھ زاہدی پر ڈال دیا اگر مشکل الآثار میں انہیں یہ عبارت ملتی تو زاہدی کے واسطہ کو درمیان میں نہ لاتے۔

(۴) علامہ طحاوی کی مشکل الآثار کی جلد ثالث صفحہ ۱۶۴ پر باب ہے بیان **مشکل ماروی لایجلد فوق عشر جلدات الافی حد من حدوداللہ**۔ یہ خالص تعزیر کا باب ہے اس سے پہلا اور پچھلا باب تعزیر سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ عنوان باب کا ترجمہ یہ ہے "اس روایت (حدیث) کی مشکل کا بیان کہ" اللہ کی حدوں میں سے کسی حد

کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔

اس ساری بحث میں صرف ایک جگہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا نام اکٹھے لائے ہیں۔ فرماتے ہیں اس حدیث کے بارے میں ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے نہ بڑھانے کی اس حدیث کو عام علماء امت نے چھوڑ دیا اس لیے کہ کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا کہ حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے کہ تعزیر دس کوڑوں سے بڑھا دے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ کتنا بڑھا سکتا ہے تو ان علماء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ انتالیس کوڑے سے نہ بڑھائے اور اس قول کے قائلین میں سے بعض امام ابوحنیفہ (امام) محمد بن الحسن اور (امام) شافعی رحمہم اللہ ہیں اور علماء کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ۷۵ سے نہ بڑھائے اور اس کے قائلین میں سے ایک ابن ابی لیلیٰ ہیں۔ ایک اور گرہ یہ کہتا ہے کہ ۷۹ کوڑوں سے نہ بڑھائے اور اس کے قائلین میں سے (امام) ابو یوسف ہیں کہ ان کا ایک بار کا یہ قول ہے۔ ایک اور گروہ یہ کہتا ہے کہ حاکم اعلیٰ کو اپنی رائے کے مطابق دس سے اضافہ کا حق ہے اور وہ جرم کی شدت کے مطابق بڑی سے بڑی حد (ضرب) کی مقدار تک بڑھا سکتا ہے۔ اس گروہ میں (امام) مالک بن انس شامل ہیں اور امام ابو یوسف بھی اپنے ایک قول کے اعتبار سے ان میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک اور دفعہ کا ان کا قول وہ ہے جو اوپر گزرا۔ ایک اور قول ان کا (امام) ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہے اور اس بیان سے تمام علماء امت کا اس حدیث کو چھوڑنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ امر ان کے لیے کہاں سے جائز ہو گیا۔ امام طحاوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں سب نے نہیں چھوڑا بلکہ (امام) لیث بن سعد کے دو قول ہیں ایک قول میں دس پر بھی انحصار کیا اور جرم کی شدت اور نرمی کے اعتبار سے دس کوڑوں کی شدت نرمی کے فرق کا قول کیا اور رہے باقی فقہاء تو انہوں نے دیکھا کہ شراب میں سزا دس سے زائد ہے اور تمام صحابہ اور تابعین اسی پر عمل کرتے رہے

توان علماء نے دس پر انحصار کی حدیث کو منسوخ سمجھا۔

رہا یہ شبہ کہ شرب خمر پر تو سزا بطور حد دی جاتی ہے تو طحاوی اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی سے بسند ثابت ہے کہ فرمایا جو شراب پیئے گا ہم اسے کوڑے لگائیں گے پھر اگر وہ کوڑوں سے مرگیا تو ہم اس کی دیت ادا کریں گے یہ وہ چیز ہے جو ہم نے مقرر کی ہے۔

امام طحاوی یہ ثابت کرتے ہیں کہ خمر کی حد علی التحقیق حد نہیں بلکہ تعزیر ہے جو دس سے یقیناً زائد ہے تو امام ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین اور امام شافعی کا قول صحیح ثابت ہوا کہ حاکم اعلیٰ کو دس کوڑوں سے تعزیر کے بڑھانے کا اختیار حاصل ہے۔

(ترجمہ ملخص از متن مشکل الآثار عربی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۸)

امام طحاوی کا کلام بہت لمبا تھا اختصار کی خاطر ہم نے اس کی تلخیص کر کے اس کا ترجمہ یہاں لکھ دیا۔ امام طحاوی کے نقطہ نظر سے اور طرزِ استدلال سے کسی کو اختلاف ہو تو اور بات ہے لیکن اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ امام طحاوی اس بیان میں تعزیر کی معافی کے اختیار سے یکسر مختلف سمت جارہے ہیں یعنی دس کی مقرر مقدار سے تعزیر بالضرب بڑھانے کے اختیار کی بحث کررہے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ (۱) زاہدی کو بھول ہوگئی علامہ طحاوی نے مشکل الآثار میں ائمہ حنفیہ اور امام شافعی کا ایسا کوئی قول نہیں لکھا۔ (۲) اور اگر لکھا بھی ہوتا تو متون وشروح فقہیہ میں اس کے خلاف پایا جانا اس کے رد کے لیے کافی تھا کہ ظاہر الروایہ کی روایت فقہی کتب کی نادر روایت پر بھاری ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ اس کے خلاف شروع کتب احادیث میں پائی جانے والی روایت ائمہ اس پر ترجیح پائے کہ وہ کتب روایت ائمہ کے لیے موضوع ہی نہیں۔ (فللہ الحجۃ البالغہ)

حق العبد میں عفو کا حق اس شخص کو ھے جس پر زیادتی یا طعنہ زنی کی گئی:

تنویرالابصار میں ہے وھو حق العبد فیجوزفیه الابراء والعفو تعزیر حق العبد ہے لہٰذا اس میں چھوڑ دینا اور معاف کر دینا جائز ہے۔ ردالمختار میں اس پر لکھا بیان ذالک ان جمیع مامَرَّمن الفاظ القذف والشتم الموجبة للتعزیر منهی عنها شرعا قال تعالی ولا تنابزوا بالالقاب فکان فیها حق الله و حق العبد وغلب حق العبد لحاجته ولذالوعفا سقط التعزیر بخلاف حد القذف فانه بالعکس کما مروربما تمحض حق العبد کما اذا شتم الصبی رجلافانه غیر مکلف بحق الله یعنی مصنف کے ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ جو الفاظ قذف اور شتم کی قسم سے موجب التعزیر گزرے وہ شریعت میں بھی منع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا برے القاب سے دوسروں کو یاد نہ کیا کرو تو ان میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ہو گئے اور حق العبد غالب رہا کہ بندہ کو ضرورت ہے اس لیے اگر حق والا بندہ معاف کر دے تو تعزیر ساقط ہو جائے گی بخلاف ''حد قذف'' کہ وہ اس امر میں برعکس ہے۔ (یعنی بندہ مقدمہ کرنے کے بعد معاف کرے تو معاف نہ ہوگا اور کبھی تعزیر میں محض حق العبد ہوتا ہے مثلاً بچہ نے مرد کو گالی دی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حق کا مکلّف نہیں تو صرف بندہ کا حق باقی رہا۔ (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تعزیر میں بندہ اپنا حق خود معاف کر سکتا ہے نہ کوئی اور، ہمارے زیر بحث مسئلہ میں حق، رسول اللہ ﷺ کا ہے لہٰذا کوئی مسلمان حاکم یا محکوم اسے ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ یہی مذہب حنفیہ ہے۔

تعزیر بالقتل بھی ھوتی ھے:

شاید کسی کو شبہ ہو کہ تعزیر تو صرف ضرب سے ہوتی ہوگی تو یہ غلط ہے ہم پہلے بھی

بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تعزیر بالضرب ہوتی ہے اسی طرح تعزیر بالقتل بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے جہاں درمختار میں تعزیر کی مختلف اقسام شمار کیں وہیں تعزیر بالقتل کو بھی شمار کیا۔ لکھتے ہیں **ویکون التعزیر بالقتل کمن وجدرجلا مع امراۃ لاتحل له ولوا کرھما فلھا قتله ودمه ھدود کذاالغلام**۔ تعزیر قتل کے ذریعہ بھی ہوتی ہے مثلاً کسی نے کوئی مرد ایسی عورت کے ہمراہ پایا جو اس کے لیے حلال نہیں اور (اسی طرح) اگر کسی مرد نے عورت کو "بالجبر والاکراہ" مجبور کیا تو عورت اسے قتل کر سکتی ہے اور اس مرد کا خون معاف ہے اور اسی طرح لڑکا (بھی قتل کر سکتا ہے) (وھبانیہ درمختار جلد۳ صفحہ۱۹۶-۱۹۷)

ذکر "جواز تعزیر" "نفی وجوب" کے لیے نہیں:

ہم نے سابقہ جو عبارتیں پیش کی تھیں کہ ذمی، سابِ رسول ﷺ کا قتل جائز ہے اس سے کسی کو اگر شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید حاکم کی مرضی ہے قتل کرے یا نہ کرے تو یہ شبہ ہمارے سابقہ بیان سے دور ہو جانا چاہیے کیونکہ جب حاکم حق العبد میں تعزیر بالضرب میں ایک کوڑے کی کمی بھی نہیں کر سکتا جبکہ وہ تعزیر قائم مقام حد ہو تو "حق عبداخص مطلق" (عبدہ) میں قتل کو کیونکر معاف کر سکتا ہے جبکہ یہاں بھی جرم مشابہ للحد ہے کہ سبّ رسول ﷺ مسلمان کے لیے بالاتفاق موجب قتل ہے۔ تو بالضرور ذمی کے لیے مشابہ للحد ہوا لیکن حد بالضرب کے اجزاء تھے لہٰذا تعزیر میں کچھ کم کر دیا جبکہ قتل تو اخراج روح کا نام ہے اور اس کے اجزاء ممکن نہیں یا تو قتل پوری طرح موجود ہوگا یا پوری طرح ختم۔ اور اس باب میں پوری طرح تو تعزیر بالضرب کو بھی ختم نہیں کیا جا سکتا تو تعزیر بالقتل کیسے ختم ہو سکتی ہے لہٰذا پوری طرح قتل باقی رکھا گیا۔ رہا لفظ جواز تو وہ وجوب کے منافی نہیں صفاء مروہ کا طواف حج وعمرہ میں ضروری ہے اور قرآن مجید میں لفظ جواز کے معنی کے لیے لاجناح آتا ہے جو یہاں بھی آیا کہ **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت اواعتمر فلا جناح**

علیه ان یطوف بهما ''بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں تو حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے'' جس طرح اس آیت میں لا جناح کہنے سے سعی صفا و مروہ کے وجوب میں فرق نہیں آیا اسی طرح وہاں بھی فقہاء کے یجوز کہنے سے ذمی کے قتل واجب ہونے میں فرق نہیں آتا جیسا کہ اوپر ہم دلائل سے واضح کر چکے کہ حنفیہ ایسی سزائیں واجب اور ناقابل ترمیم سمجھتے ہیں جو قائم مقام حد بالخصوص حق العبد میں ہوں۔

عقوبت و تعزیر کا نام کیوں' حد کا نام کیوں نہیں:

شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ جب ذمی کو قتل کرنا ہی ضروری ہے اور اسے بچنے کا کوئی راستہ نہیں تو پھر اس سزا کو حد ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ تو عرض ہے (۱) حد سے بعض علماء (غیر حنفیہ) کے ہاں جرم عند اللہ بھی معاف ہو جاتا ہے (نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۳)۔ اس لیے حد کہنا مناسب نہیں بلکہ ہمارے بعض علماء تو ذمی کی تعزیر کو تعزیر بھی نہیں کہتے عقوبت کہتے ہیں کہ تعزیر بھی مسلمانوں کے لیے بقصد تطہیر مشروع ہے ان الحد یطلق علی الذمی والتعزیر یسمّی عقوبة له لان التعزیر شرع للتطهیر (تاتارخانیہ ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۴) (۲) حنفیوں کے ہاں حد میں مجرم کو شک کا فائدہ دیا جاتا ہے۔ تعزیر میں ایسا نہیں ان الحدید رأبالشبهات والتعزیر یجب معها (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

(۳) حد کا مجرم پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اگر وہ چور ڈاکو ہے تو توبہ اس شرط پر قبول ہے کہ وہ مال سرقہ اور قصاص و دیت جو اس کے ذمہ ہے ادا کر دے اور اگر زانی ہے تو اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کہ زنا کو اس امر میں حق العبد قرار نہیں دیا گیا کہ بعد توبہ اس سے معافی مانگ کر یا مالی معاوضہ ادا کر کے توبہ مکمل ہو جائے۔ (بدائع الصنائع جلد ۷ صفحہ ۹) لیکن تعزیر حق العبد کی بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتی تو حاکم کیونکر معاف کر سکتا ہے۔

فان حقوق العباد لایتمکن القاضی فیها من اسقاط التعزیر حقوق العباد میں قاضی کوتعزیر معاف کرنے کا حق نہیں۔(فتح القدیر جلد۵صفحہ ۱۱۳)

(۴) حنفیہ کے نزدیک وجوب تعزیر کے بعد ذمی اسلام قبول کرے تو بھی ذمی کی عقوبت ہرگز نہ ٹلے گی۔شامی جلد۳صفحہ ۲۱۸ پر ہے:**مقتضی مافی الیتیمة من کتاب السیر ان الذمی اذا وجب التعزیر فاسلم لم یسقط عنه** الیتیمہ کی عبارت جو کتاب السیر سے لایااس کا مقتضی یہ ہے کہ ذمی پر تعزیر ثابت ہوگیا تھا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو تعزیر ساقط نہ ہوگی۔(**اقول لعل ذلک بعد الثبوت عندالامام اوالرفع الیه فان التعزیر لایجب الابعد الرفع واللہ اعلم**)ذمی کی عقوبت کوحد نہ کہنے کی اور کوئی وجہ نہ ہوتی تو یہ آخری وجہ ہی کافی تھی کہ اسے حد نہ کہا جائے۔

خلاصہ مبحث:

الحمدللہ ہمارے اس بیان کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور اچھی طرح واضح ہوگئے کہ:

(۱) کافر ذمی ہو یا مستامن اگر اس سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ اس نے جناب سیّدنا حضرت محمد ﷺ کو بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں میں سے کسی ایک کو سبّ کیا تو مالکیہ' شافعیہ اور حنبلیہ کی طرح ائمہ حنفیہ کے نزدیک بھی بالاتفاق اس سبّ کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔اختلاف صرف اصطلاحات کا ہے کہ اس کے قتل کو حد کہا جائے گا یا تعزیر قرار دیا جائے گا جبکہ اس مسئلہ میں دونوں اصطلاحوں کا نتیجہ یکساں ہے۔

(۲) ذمی یا مستامن کو اس جرم پر قتل کرنے کے لیے اتنا ثبوت کافی ہے کہ اس نے کم از کم ایک دفعہ سبّ رسول ﷺ کا اظہار کیا یا بغیر اظہار سبّ کرنا اس کی عادت ہے۔حکومت وقت اس امر کے ثبوت پر مجرم کو قتل کی سزا دے گی۔

(۳) ذمی یا مستامن سے سبّ کے صدور پر ایک مسلمان گواہ تھا اور مجرم ارتکاب جرم سے انکاری ہے جس کی وجہ سے حکومت اسے سزا نہیں دیتی لیکن وہ مسلمان گواہ خود اسے قتل کر دیتا ہے تو اللہ کے ہاں اس مسلمان قاتل پر ذمی کے قتل کا جرم نہ ہوگا۔ پھر اگر مسلمان حکومت اس مسلمان قاتل کو قتل کرے تو اللہ کے ہاں بے قصور ہونے کی وجہ سے اسے شہادت کا رتبہ ملنا چاہیے۔ لیکن مسلمان حکومت مسلمان کے خلاف یہ اقدام اس مقتول کے جائز قانونی وارثوں کے مطالبہ کے بغیر نہیں کر سکتی۔ جب کہ مسلمان، مسلمان کو قتل کرے تو بھی مقتول کے وارثوں کے مطالبہ کے بغیر قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(۴) ذمی یا مستامن پر جب سبّ رسول ﷺ کا جرم ثابت ہو جائے تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک اس کی سزا کے تعزیر کہلانے کے باوجود حاکم اعلیٰ یا کسی اور کو نہ اسے مکمل معاف کرنے کی اجازت ہے اور نہ اس سزا کے قتل میں جزوی تخفیف اور کمی کا کچھ اختیار۔ حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ جو اسے حد کہتے ہیں وہ بھی اس حکم سے متفق ہیں۔

(۵) اگر سب رسول ﷺ کا ارتکاب کسی ایسے کافر نے کیا جو اسلامی مملکت کا نہ مستقل طور پر جائز قانونی باشندہ ہے اور نہ عارضی، تو مسلمانوں پر حسب استطاعت ایسے شخص اور اس کے معاونین سے جنگ ضروری ہے۔ خواہ برملا جنگ ہو یا چھاپہ مار طریقوں سے۔

مسلمان اگر سبّ کرے تو کافر مرتد ہو جائے گا اور مرتد کی سزا قتل ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اگر سبّ رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو بالاتفاق

تمام حنفیہ کے نزدیک کافر' مرتد ہو جائے گا۔ اور حنفیہ کے ہاں ہر مرتد واجب القتل ہے (ہدایہ عربی طبع قرآن محل جلد دوم صفحہ ۵۹۸--۶۰۰) اس عنوان کے تحت کچھ مباحث ہیں جنہیں اس وقت ذکر اس لیے نہیں کیا جا رہا کہ ہمارے مخاطب مسٹر جاوید اقبال اس مسئلہ کا انکار نہیں کر رہے پھر یہ کہ اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جس کی تفصیل ہمارے شیخ غزالی زماں امام اہلسنّت سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ ''گستاخ رسول کی سزا'' اور ان کے تلمیذ ہمارے استاد سیّدی شیخ الحدیث والقرآن علامہ محمد منظور احمد فیضی عم فیضہم کی کتاب ''مستطاب'' ''مقام رسول میں مذکور ہے۔ انشاء اللہ الکریم اگر موقعہ ملا تو ان مباحث کو علیحدہ تحریر کیا جائے گا۔

مخالفین کے امکانی اعتراضات کا ردّ:

جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ مذہب حنفی میں ایسے ذمی پر قتل نہیں جس پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے نبی ﷺ کو گالی دی۔ ممکن ہے وہ لوگ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مصداق فقہ حنفی کی درج ذیل عبارت سے استشہاد کریں جو بہت سے متون میں لفظوں کی معمولی تقدیم و تاخیر کے ساتھ مذکور ہے **من امتنع من الجزیة اوقتل مسلماً او سبّ النبی علیه السلام اوزنی بمسلمة لم ینتقض عهده** یعنی جس ذمی نے جزیہ (قبول کرنے کے بعد) ادا کرنے سے انکار کیا یا کسی مسلمان کو قتل کیا یا اس ذمی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا مسلمان عورت سے زنا کیا اس کا عہد ذمہ نہیں ٹوٹا (قدوری صفحہ ۲۵۵ طبع نور محمد کراچی کنز الدقائق صفحہ ۱۹۳) طبع سعید کمپنی کراچی' تنویر الابصار متن الدر علی ھامش ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۳' طبع رشیدیہ کوئٹہ' فتاویٰ عالمگیریہ عربی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ طبع کوئٹہ وغیرہا کتب)

جواب:

اس عبارت کا زیر بحث مسئلہ سے تعلق نہیں بلکہ بغور دیکھا جائے تو یہ عبارت بھی ہماری معاون ہے۔

ذمی سبّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب ہو تو اسے قتل کرنے سے یہ عبارت مانع نہیں:

مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ اسی قدر ہے کہ ذمی سبّ نبی ﷺ کا مرتکب ہو تو وہ ذمی ہونے سے باہر نہ نکلے گا جس طرح کہ وہ کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے یا عمداً کسی مسلمان عورت سے زنا کرے یا جزیہ دینے سے (جس کے اپنے ذمہ قبول کرنے پر وہ ذمی بنا) انکار کردے تو ذمی ہونے سے باہر نہ نکلے گا لیکن اس عبارت کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ نہیں کہ سب نبی ﷺ کے جرم کے مرتکب کو سزا نہ دی جائے۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا برقرار ہے:

اس مذکورہ بالا عبارت کو بغور دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تمام کتابوں میں سب نبی ﷺ کے جرم کو قتل مومن اور زنا بالمومنہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس قتل اور زنا کی سزا سے ذمی کو بچانا مسلمانوں پر ظلم ہے تو جس طرح قتل مومن سے قصاص ثابت ہے اسی طرح سبّ نبی ﷺ سے بھی قتل ثابت رہے گا۔

انصاف فرمایئے:

حنفی مذہب میں اس مسلمانوں کی سزا جو کسی ذمیہ سے زنا کرے یہ ہے کہ اسے سو کوڑے کی سزا بھگتنی ہوگی تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مسلمانوں کے ملک میں ذمی کافر

مسلمانوں سے امان لے کرانہیں مسلمانوں کی عورت سے زنا کرے اور پھر یہ جرم ایک نہیں دونہیں چار گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو اور پھر اس ذمی مجرم کو سو کوڑے بھی نہ لگائے جائیں۔ اس طرح تو تمام ذمیوں کو مسلمانوں کی عصمتوں کو پامال کرنے کی چھٹی مل جائے گی۔ سنی حنفی مذہب اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

ذمی کے مسلمه سے زنا پر حد لازم ہے:

تصریحی حوالہ درکار ہے تو لیجئے بحرالرائق وغیرہ میں ہے "(قوله ولا بزنا بمسلمة) بل يقام عليه موجبه وهوالحدو كذالو نكحها لاينقض عهده والنكاح باطل ولواسلم بعده و يعزران و كذاالسّاعى بينهما" یعنی ذمی کے مسلمہ سے زنا کی وجہ سے اس کا ذمی ہونا باطل نہیں ہوتا۔ (اس لیے اسے اسلامی قوانین سے اس بارہ میں تحفظ حاصل نہ ہوگا) بلکہ زنا کا "موجب" جو حد زنا ہے اس پر قائم کی جائے گی۔ (اور اسے سو کوڑے لگائیں گے) اسی طرح اگر ذمی نے کسی مسلمہ سے نکاح کا ڈھونگ رچایا تو وہ نکاح باطل ہوگا اگر چہ وہ بعد میں مسلمان بھی ہو جائے اور ان دونوں کو تعزیر (سزا) دی جائے گی اور اسی طرح ان کے درمیان اس ناجائز نکاح کرانے کی کوشش کرنے والوں کو بھی سزا دی جائے گی (بحرالرائق، ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴)

اب ذمی کے مسلمان کو عمداً قتل کے مسئلہ پر غور کیجئے لیکن اس سے پہلے یہ دیکھئے کہ حنفی مسلمانوں کی طرف سے ذمی کے قاتل کی کیا سزا ہے۔

ذمی کا مسلمان قاتل:

حنفی مذہب وہ واحد مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ ذمی کو کوئی مسلمان عمداً قتل کرے تو مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ تمام دنیا کے انصاف پسندوں کو دعوتِ انصاف دیتا ہوں کہ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ مسلمانوں کی حکومت اور اکثریت میں کوئی مسلمان کسی ذمی کو بلا

جوازعمداً قتل کرے تو ہم اس مسلمان کو قتل کر دیں لیکن ذمی کافر کسی مسلمان کو مسلمانوں کی اکثریت کے ملک میں بلا جواز عمداً قتل کرے اور پھر آزادی سے گھومتا پھرے۔نہیں نہیں۔ ایسا ناممکن ہے بلکہ ذمی کو بھی قتل ہونا پڑے گا۔

ذمی اگر مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس سے قصاص لیا جائے اور وہ اب بھی ذمی ھے:

حنفی فقہ کی مرکزی کتاب الکافی کی شرح المبسوط للسرخسی طبع مصر جلد دہم صفحہ ۸۶ پر اس امر کی تصریح کے بعد کہ ''ذمی اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو ہمارے نزدیک ذمی ہونے کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا'' لکھتے ہیں **ولکن من ثبت علیه القتل بالبینة یقتص منه فان لم یعرف القاتل ووجد القتیل فی قریة من قراهم ففیه القسامة والدیة کما قضی به رسول الله صلی الله علیه وسلم فی القتیل الموجود بخیبر......** ہاں جس (ذمی) پر گواہوں کے ذریعے قتل ثابت ہو جائے اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر مسلمان کا قاتل بالتعین معلوم نہ ہو اور مسلمان مقتول ان کے کسی قصبہ میں پڑا ملے تو قسامہ اور دیت اس کے بارے میں لازم ہوگی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں پائے جانے والے مسلمان مقتول کے بارے میں (یہودیوں پر) قساد اور دیت کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیه السلام اور حضرت عیسیٰ علیه السلام کو مسلمان گالی دے تو سزا؟:

یہودی حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دم بھرتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا۔ان کے ملکوں میں قانون نافذ ہوتا ہے کہ ان مقدسین بارگاہ الٰہی کو گالی دینے والے کو سزائے موت دی جائے گی۔کیا مسلمانوں کے ملک میں وہ

برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی ان مقدسین کو گالی دے؟ ہرگز نہیں۔لیکن کیا مسلمان بھی اس کے لیے کوئی قانون رکھتے ہیں؟ جی ہاں! اگر کوئی مسلمان کہلانے والا شخص ان حضرات کو گالی دیتا ہے اور ایسی بات کہتا ہے کہ جس سے عرف مسلمین کے مطابق ان میں سے کسی ایک کی توہین ثابت ہوتو ایسے شخص کو خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو قتل کر دیا جائے گا۔اور ایسا شخص اگر مسلمان کہلاتا ہو تو اسلام سے باہر نکل جائے گا قتل ہونے کے بعد مسلمان نہ تو اس کا جنازہ پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے۔ دیکھئے اسلامی حنفی فقہ کی کتاب (الدر المختار مع رد المختار طبع رشید کوئٹہ صفحہ ۳۱۷ **الکافر بسبّ نبی من الانبیاء فانه یقتل** یعنی اللہ کے نبیوں میں سے کسی ایک نبی کو گالی دے کر کافر ہونے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔ (درمختار حاشی جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے کا حکم:

اسی پر بس نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اگر کوئی ایسی بات کہے جو اس شخص کے عقیدہ کے موافق ہو مگر عرف عام میں وہ بات گالی ہو تو ایسے شخص کو بھی ہم مسلمان قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسلامی حنفی فقہ کی کتاب درمختار میں معروضات مفتی ابوسعود سے منقول ہے **الیهودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسیٰ ولد زنا بانه یقتل بسبّه اللانبیاء علیهم الصلوٰة والسّلام** یعنی ایک یہُودی نے بشر نام ایک نصرانی سے کہا تمہارا نبی عیسیٰ (معاذ اللہ) ولد الزنا ہے تو حنفیوں نے فتویٰ دیا کہ اس یہودی کو قتل کیا جائے تمام نبیوں کو سبّ کرنے کی وجہ سے (درمختار حاشی جلد ۳ صفحہ ۳۰۶)

اکیلے آدمی کے سامنے گالی:

حنفی مسلمانوں کے فتویٰ کی اس عبارت میں محل غور امور یہ ہیں:

(۱) سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے والے نے صرف ایک شخص کے سامنے نبی کو

گالی دی تو وہ شخص اسلامی مملکت میں اسلامی قانون سے انصاف کا طالب ہوا۔ اس لیے گالی دینے والے کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا۔ ثابت ہوا کہ ایک ذمی کے سامنے کسی نبی کو ایک دفعہ گالی دینا بھی مسلمانوں کے نزدیک گالی دینے والے کا قتل لازم کرتا ہے (اگر وہ اقرار کر لے)۔

(۲) گالی دینے والا اور سن کر ایذاء پانے والا دونوں غیر مسلم تھے مگر اسلامی حکومت نے غیر جانبداری کا اظہار نہیں کیا۔

(۳) گالی دینے والا یہودی ذمی تھا اسے قتل کرا دیا گیا۔ ثابت ہوا کہ ذمی بھی کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے۔

(۴) گالی دینے والا یہودی ذی تھا اور وہ ہو سکتا ہے کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کر رہا ہو مگر اسے رعایت نہیں دی گئی' کیونکہ لفظ ''ولد الزنا'' دنیا بھر کے عرف میں عیب اور گالی ہے اس لیے یہاں عقیدہ کی رعایت کارگر ثابت نہ ہوئی......؟

کسی ایک نبی کو گالی دینا تمام انبیاء کو گالی دینا ھے:

(۵) گالی دینے والے نے صرف عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دی تھی۔ لیکن اسلامی جج نے لکھا اس شخص نے تمام انبیاء علیہم السلام کو گالی دی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل اسلام کے سامنے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچتا ہے جتنا اپنے نبی کو گالی دیئے جانے پر انہیں دکھ پہنچ سکتا تھا۔

عیسائی انصاف کریں:

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک بلکہ تمام دنیا کے ممالک کے عیسائی انصاف کی نظر سے غور کریں۔ (اگر ان کے سینوں میں انصاف کی

گنجائش ہو) کہ جب مسلمان ان کے نبی کے لیے اتنا غصے میں آتے ہیں تو کیا اگر کوئی مسلمانوں کے نبی کو گالی دے تو وہ اسے وہی سزا دینے کے حقدار نہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے والے کسی مسلمان یا یہودی کو مسلمانوں کی مملکت میں سزا دی جاتی ہے۔

بعض عیسائی سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی مانتے ہیں:

خصوصاً فرقہ عیسویہ اور دیگر وہ یہودی اور عیسائی جو سیّدنا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں اگرچہ صرف عربیوں یا قریش کا نبی ہی مانیں اور خود کو ان کی امت نہ مانیں تو پھر بھی آپ ﷺ اللہ کے نبی ہونے کے باعث کیا ان کے لیے لائق تعظیم نہیں ٹھہرتے اگرچہ وہ آپ ﷺ کی فرمانبرداری اپنے لیے لازم نہ جانیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کی تعظیم کے قانون میں رکاوٹ ڈالیں۔

ذمہ نہ ٹوٹنے سے قتل سے بچنا لازم نہیں آتا:

بہر حال ہمارے بیان کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ فقہ حنفی کی جس عبارت میں نبی ﷺ کو گالی دینے والے اور مسلمہ سے زنا کرنے والے اور مسلم کو قتل کرنے والے کے بدستور ذمی رہنے کا ذکر ہے وہ خود اشارہ کر رہی ہے کہ ذمی رہنے کے باوجود جس طرح مجرم قتل اور زنا کی سزا سے نہیں بچ سکتا اسی طرح وہ سب رسول ﷺ کی سزا سے بھی نہیں بچ سکتا جس کا بیان فقہ حنفی میں دوسرے مقامات پر تحریر ہے اور گزشتہ صفحات میں اسے ثابت کر دیا گیا ہے۔

سبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قتل کا حکم ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہے اور دیگر تمام مذاہب کا بھی متفق

علیہ قول ہے:

مسلمان حنفی عوام اور علماء کی خدمت میں یہ بات بطور خاص عرض کرنی ہے کہ ذمی کو سب رسول ﷺ پر قتل کرنا ائمہ حنفیہ کا حکم اور فتویٰ ہے بعد کا کوئی عالم حنفی ہوتے ہوئے اسے رد نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر مسلمان یہ خباثت کرے تو اس کے قتل پر بھی حنفی غیر حنفی سب علماء کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ذمی کے قتل پر اتفاق ہے۔ غیر مقلدین المعروف اہل حدیث علماء کے پیشوا اعلامہ ابن تیمیہ کا بھی وہی فتویٰ ہے جو چاروں مذاہب کے دیگر علماء کا اثنا عشری شیعوں کے پیشوا اعلامہ خمینی نے کافروں کے ملک میں بسنے والے رشدی کے لیے اس کے اسی جرم پر قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ چہ جائیکہ اسلامی ملک میں کوئی کافر ایسا کرے۔

ایک اور اعتراض کا رد:

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ حنفی ائمہ نے ہارون الرشید کو یہ فتویٰ دیا کہ نبی کریم ﷺ کو سب کرنے والے شخص کو قتل نہ کیا جائے ''صاحب شفا'' قاضی عیاض نے اس اعتراض کو نقل کر کے رد کر دیا۔ ہم اختصار کے طور پر شفا کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

خلیفہ (بادشاہ) ہارون الرشید نے امام مالک سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کو جس شخص نے گالی دی اس کی کیا سزا ہے۔ اور اس نے امام مالک کے سامنے یہ بھی ذکر کیا کہ فقہاء عراق نے مجھے اس بارے میں اس کو کوڑے لگانے کی سزا کا فتویٰ دیا ہے۔ تو امام مالک غصہ میں آ گئے اور کہا کہ اے امیر المومنین اس امت کے لیے کیا بقا ہو گی جب ان کے نبی ﷺ کو گالی دی جائے۔ امام مالک نے فرمایا جس نے نبیوں کو گالی دی اسے قتل کیا جائے۔ اور جو نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔

کتاب شفاء کے مصنف قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اس اعتراض کے

نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔اس قصے میں یہ بات اسی طرح آئی ہے۔ جسے امام مالک کے مناقب لکھنے والوں اور آپ کی سوانح حیات کے مولفین وغیرہم متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے۔ پھر خود قاضی عیاض مالکی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔''ولاادری من هؤلاء الفقهاء بالعراق الذين افتوا الرشيد ماذكرو قد ذكرنا مذهب العراقيين بقتله ولعلهم ممن لم يشهر بعلم اومن لايوثق بفتواه اويميل به هواه اويكون ماقاله يحمل على غير السبّ فيكون الخلاف هل هو سبّ او غير سبّ اويكون رجع و تاب عن سبّه فلم يقله لمالك على اصله والا فالا جماع على قتل من سبّه كما قد مناه'' معلوم نہیں وہ فقہاء عراق کون ہیں جنہوں نے ہارون الرشید کو وہ فتویٰ دیا جو اس نے ذکر کیا۔ حالانکہ ہم بیان کر چکے کہ عراقیوں (حنفیوں) کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو قتل کیا جائے ہوسکتا ہے کہ شاید یہ وہ لوگ ہوں جو علمی شہرت نہ پاسکے یا جن کے فتویٰ پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو یا اس کی نفسانی خواہش اسے اس طرف جھکا رہی ہو یا جو اس شخص نے کہا ان فقہاء کے ہاں غیر سبّ پر محمول کیا گیا ہو۔ تو پھر اختلاف اس امر میں ہوگا کہ یہ کلام سبّ ہے یا نہیں۔ یا وہ شخص (پہلے مسلمان ہو اور) اپنے سبّ سے رجوع کر کے (پکڑے جانے سے قبل) توبہ کر چکا ہو۔ تو بادشاہ ہارون الرشید نے امام مالک کے روبرو اصل بات بیان نہ کی ہو۔ ورنہ اس شخص کے قتل پر تو اجماع ہے جس نے آپ ﷺ کو سبّ کیا ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ (الشفاء بتعریف حقوق مصطفےٰ ﷺ جز دوم صفحہ ۱۹۴ طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان پاکستان)

اگرچہ مصنف شفاء کا جواب کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ مگر مزید تفصیل کے طور پر عرض کروں گا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس حکایت میں تھا تو مالکی علماء اپنے گھر کی خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ اس لیے صاحب شفا کا جواب جو مالکی مذہب کے تھے اس بارہ

میں حجت ہے۔ اوراسی طرح حنفیوں کے بارے میں ان کا قول ایک ایسے شخص کا قول ہے جو بہت سے فقہی فروع میں ان کا مخالف ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں ان کی برات کا اقرار کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حنفیوں پر یہ جھوٹا الزام ہے جس سے ان کی برات کے ان کے مخالفین بھی قائل ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ گذشتہ صفحات میں یہ بات کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ ائمہ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اگر چہ اس نے ایک آدمی کے سامنے ہی اس شناعت کا ارتکاب کیا ہو اور کسی ایک کتاب میں ائمہ حنفیہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ایسے شخص کو جو سبّ نبی ﷺ کا اظہار کرے قتل نہ کیا جائے بلکہ صرف کوڑے مارے جائیں۔ جبکہ اس کے خلاف حنفیہ کا مذہب ان کی اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جو نبیوں کو سبّ کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ (درمختار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

رہا عباسی بادشاہ ہارون الرشید کا قول تو جیسا کہ صاحب شفا نے کہا عراق میں ہزاروں علماء رہتے تھے۔ ہارون نے امام ابوحنیفہ یا آپ کے کسی شاگرد کا نام تو نہیں لیا۔ کہ یہ قول ہم حنفی ائمہ کی طرف ان کی تصریح کے خلاف منسوب کردیں اور اگر ہارون امام ابوحنیفہ کا نام بھی لیتا تو امام اور آپ کے تلامذہ کی کتب میں اس کے خلاف پایا جاتا اس کے قول کی بے وقعتی کے لیے کافی تھا کہ **اهل البيت ادرى بما فى البيت** ہارون سے نادانستہ خلاف واقع امر کا ظہور ناممکن نہیں۔

اس نے امام محمد کو قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد اسی دوران ان کے سامنے اپنا ایک عہد نامہ پیش کیا جس میں ایک مسلمان کے لیے امان کا عہد تحریر کیا تھا جب امام محمد نے فرمایا کہ یہ عہد امان ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ تو امام محمد کو ہارون نے دوات اٹھا کر دے ماری جس سے آپ کا سر، چہرہ اور کپڑے خون سے لت پت ہو گئے (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ صفحہ ۱۲۲ تالیف صیمری ۴۳۶ھ طبع بیروت) جب وہ وعدہ کی خلاف ورزی درست سمجھتا

ایک اور جداگانہ مستقل جرم ہے۔ ایک حق الرسول ہے اور ایک حق اللہ اور یہ بین اور واضح امر ہے کہ سوائے شرک و کفر کے بعض وہ قصور جو بندوں سے حق اللہ کے بارے واقع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور اختیار سے معاف فرما دیتا ہے لیکن حق الرسول تو کجا عام بندوں کے حقوق بھی جب تک وہ بندہ خود معاف نہ کرے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا تو حق الرسول جو حق العبد ہونے میں تمام دوسرے بندوں کے حقوق سے کہیں بلند و بالا ہے۔ جنہیں اللہ بھی معاف نہیں فرماتا تو کوئی امتی رسول اللہ ﷺ کا حق کیونکر معاف کرسکتا ہے۔

سب رسول ﷺ حق العبد ھے تو اس کے قصور وار پر قتل کیوں؟

رہا یہ امر کہ سب رسول ﷺ حق العبد ہے تو اس کے مرتکب پر قتل کیوں لازم ہوگا جبکہ باقی عباد کو سبّ کرنے پر قتل نہیں تو میں عرض کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ دیگر بندوں سے ممتاز ہیں کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے جبکہ اسے سبّ کرنا اس کی تعظیم سے انکار کو متضمن ہے اس لیے ملائکہ کو سبّ کرنے کی طرح کہ وہ بھی مومن بہ عبد کا حق ہے یہ مستقل کفر ہے لیکن "سبّ رسول" "ملائکہ کے سبّ" سے بھی زیادہ سخت جرم ہے اس لیے اس کے اپنے تفصیلی احکام ہیں۔

خلاصۂ بحث اور امام ابو حنیفہ کا مذھب:

بہر حال ہمارے سابقہ مفصل بیان سے ثابت ہوا کہ ذمی "سابّ نبی" کا قتل ائمہ حنیفہ کا قول ہے ظاہر الروایہ کی کتابوں میں ہو سبّ نبی کی سزا خواہ وہ "سابّ" ذمی ہو یا مسلم "قتل" تحریر ہے اور امام محمد کی کتاب السیر میں بھی ذمی کا یہی حکم ان احادیث کی روشنی میں جو ہمارے فقہاء کے نزدیک صحیح ہیں بیان کیا گیا اگر ظاہر الروایہ میں ہمارا موقف نہ بھی ملتا تو

امام محمد کا یہ قول بھی اس پر دلیل کافی تھا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے خصوصاً جب اس کے خلاف ان کا قول مذکور نہیں۔ حالانکہ اگر امام ابوحنیفہ کا کوئی قول اس کے خلاف بھی مذکور ہوتا تو بھی امام محمد کا قول امام ابوحنیفہ کا قول قرار پاتا زیادہ سے زیادہ یہ کہ امام ابوحنیفہ کے دو قول ہو جاتے اور ان کے مابین راجح اور مرجوح' معمول اور غیر معمول کا فرق دلائل کی روشنی میں نکالنا پڑتا اور اب تو امام محمد کے خلاف امام ابوحنیفہ کا کوئی قول کہیں مذکور نہیں لہٰذا امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول قرار پاتا ہے۔ دیکھئے ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے **افادان اقوال اصحاب الامام غیر خارجة عن مذهبه فقد نقلوا عنهم انهم ماقالوا قولا الاوهو مروی عن الامام کما اوضحت ذلک فی شرح منظومتی فی رسم المفتی** (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۴۰۹) اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے اقوال آپ کے مذہب سے باہر نہیں کہ علماء نے آپ کے اصحاب (شاگردوں مثل امام ابو یوسف' امام محمد رحمہما اللہ) سے نقل کیا کہ انہوں نے مسائل دینیہ میں کوئی ایسا قول نہیں کیا جو امام ابوحنیفہ سے روایت نہ ہوا ہو۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں) جیسا کہ میں نے رسم المفتی میں مذکور اپنی نظم کی شرح میں واضح طور پر تحریر کیا۔ (ردالمختار جلد ۳، صفحہ ۴۰۹)

ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا یہی مذہب ہے جو حنفی کتب میں تحریر ہے اور امام ابو یوسف بھی ظاہر الروایہ میں شریک ہیں علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں بشمول امام ابو یوسف کسی ایک سے بھی اس کے خلاف کوئی قول کہیں نہیں پایا گیا تو اس امر پر امام ابو حنیفہ اور آپ کے تمام شاگردوں کا اجماع ثابت ہوا۔ لہٰذا اس کے خلاف مشائخ حنفیہ (جو شاگردوں کے شاگرد ہوتے ہیں) کے تمام اقوال اگر ہوں بھی تو ساقط الاعتبار قرار پائے دراصل جن لوگوں نے اس کے خلاف سمجھا انہیں غیر حنفی علماء کی نقل پر اعتماد کی وجہ سے مغالطہ لگا اور غیر حنفی ناقلین پر مقلدانہ اعتماد کر کے اپنے ائمہ کے خلاف لکھنے لگے۔

مغالطوں کا پردہ چاک:

الحمدللہ سینیٹر جاوید اقبال صاحب کی مغالطہ آفرینیوں کا پردہ چاک ہوگیا۔

(۱) ان کا پہلا مغالطہ یہ تھا کہ تمام غیر مسلموں کو سبّ نبی ﷺ پر قتل نہ کیا جائے ہم نے ثابت کردیا کہ یہ الفاظ فقہ حنفی یا غیر حنفی (اہلسنت) کی کسی کتاب میں نہیں بلکہ جاوید صاحب کے ذہن کی پیداوار ہیں۔

فقہ حنفی میں مرتد اور حربی کے لیے بلا امتیاز قتل کا حکم ہے۔ اگر وہ اس جرم میں پکڑے جائیں اور مسلمان بن کر توبہ نہ کرچکے ہوں تو انہیں قتل کردیا جائے۔ اس طرح ذمی کافر اور مستامن اگر بالاظہار یا بالعادۃ اس جرم کا مرتکب ثابت ہو تو باتفاق حنفیہ اسے قتل کردیا جائے۔ ہاں اگر کبھی ایک دفعہ بلا اظہار اس سے یہ جرم ثابت ہو تو بعض حنفی علماء اسے سخت ترین سزا کا حکم دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس کے قتل کا لیکن ہم نے ثابت کردیا کہ ائمہ حنفیہ کا مذہب ایسے شخص کا قتل لازم کرتا ہے۔ لہٰذا ان کے متبع کہلانے والوں کا اختلاف مضمحل ہوکر نا قابل اعتبار ٹھہرا۔

(۲) دوسرا مغالطہ یہ تھا کہ حنفی علماء کے نزدیک سبّ رسول ﷺ کے مرتکب پر کچھ بھی سزا نہیں مگر اس کا بھی انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اور ہم نے ثابت کردیا کہ تمام حنفی علماء بلکہ حنفی ائمہ اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں جبکہ وہ عادۃً سبّ کا مرتکب پایا جائے۔ یا علی الاعلان۔ یعنی بالاظہار سبّ کا مرتکب ہو اور بعض حنفی علماء بلکہ حنفی ائمہ ایسے ذمی کے بھی قتل کا حکم دیتے ہیں جو ایک دفعہ بغیر اظہار سرکار دو عالم ﷺ کو گالی دے۔ ہاں بعض حنفی علماء ایسے کافر کے لیے جو ذمی ہو اور نہ بالاظہار بلکہ خفیہ نہ بار بار بلکہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دے سخت ترین سزا کا جو

قتل سے نیچے ہو حکم دیتے ہیں۔ یادداشت کو تکلیف دینے کی بجائے مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

قال (المقدسی) ولنا ان نؤدب الذمی تعزیراً شدیداً بحیث لومات کان و رحه هدراً۔ مقدسی جو قتل کے اس صورت میں قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حق ہے کہ ہم ذمی کو سخت ترین سزا دیں (کہ اس سے فوراً قتل نہ ہو بلکہ) وہ سزا اس طرح کی ہو (کہ اس سے قتل مقصود نہ ہوتا ہو) کہ اگر (بالفرض) اس سے مر جاتا تو اس کا خون رائیگاں جاتا۔ (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

علامہ شامی کی مسامحت:

علامہ ابن عابدین شامی سے یہاں مسامحت ہوئی اور انہوں نے مقدسی کی عبارت کے بارے میں کہا "یہ اعلان بالسب سے مخصوص ہے" حالانکہ اس عبارت میں قتل کا حکم نہیں بلکہ ایسی سزا کا حکم ہے کہ اس کے دوران مر بھی گیا تو کوئی اس سزا سے مرنے والا نہ سمجھے اور شامی اس سے قبل اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ یجوز عند ناقتله اذا تکور منه ذلک ہمارے نزدیک ذمی کا قتل جائز ہے جب اس سے یہ فعل بار بار ہو۔

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

آ گے چل کر لکھا مثله اذا اعلن به جب بالاعلان سب کا مرتکب ہو تو اس کا حکم بھی بار بار سب کا ہے۔ (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۶) ثابت ہوا کہ مقدسی کا فتویٰ بغیر اعلان ایک بار سب کرنے والے کے بارے میں ہے۔

ذمی سابّ کو کوئی سزا نہ دینا کسی عالم کا قول نہیں:

بہر حال مغالطہ کا کہر چھٹ گیا اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے

والے ذمی کو کسی حنفی یا غیر حنفی مسلمان کے نزدیک بغیر سزا کے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس صورت میں عدم قتل کے قائلین کے پاس متون و شروح میں امام اعظم یا ان کے شاگردوں کا کوئی ضعیف قول بھی موجود نہیں اور جس قول کی اس کی دلیل سمجھا گیا اس میں زنا بالمومنہ اور قتل مومن کو ساتھ ملایا گیا لہٰذا وہ صرف اس کے ذمی ہونے کا بیان کرتا ہے قتل یا عدم قتل کو بیان نہیں کرتا۔ اس کا حکم ہر مسئلہ سے متعلق ابواب میں دیکھا جائے گا اور وہاں سے دیکھیں تو قتل ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم مفصل بیان کر آئے۔

ذمیوں کے لیے عقیدہ کی آزادی کا تحفظ

• ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ذمیوں کو اپنے عقیدہ پر آزادی سے قائم رہنے کا مسلمانوں کے ملک میں تحفظ حاصل نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ انہیں اس کا مکمل تحفظ حاصل ہے بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش نہ کریں۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا جواب:

اب جاوید صاحب کے ایک اور دعویٰ کی طرف آتے ہیں کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ کلکتہ ایڈیشن صفحہ ۳۴۷، ۳۵۷، صفحہ ۱۷۴) میں غیر مسلموں کے لیے سزا کا کوئی تصور نہیں، غیر مسلموں کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے پر سزا نہیں دی جا سکتی (نوائے وقت ملتان صفحہ ۴ نمبر ۳۴)

جاوید صاحب نے یہاں دو باتیں کی ہیں پہلی یہ کہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم کے مذکورہ صفحات میں ''غیر مسلموں کے لیے سزا کا کوئی تصور موجود نہیں۔'' اس جملہ سے پتہ نہیں چلتا کہ وہاں کیا لکھا ہوا ہے جس سے جاوید صاحب سمجھ رہے ہیں کہ غیر مسلم سب رسول ﷺ کرے یا زنا کرے یا قتل کرے تو اسے کچھ سزا نہیں دی جا سکتی۔ اگر ایسی کوئی عبارت ہوتی تو جاوید صاحب (جو جج رہ چکے ہیں) اس عبارت کا ضرور حوالہ دیتے لیکن ایسی کوئی

عبارت نہیں لکھی۔ جس سے ہر ذی فہم پر واضح ہوگا کہ ایسی کوئی عبارت سرے سے موجود نہیں۔ جبھی تو وہ فرماتے ہیں عالمگیری کے ان صفحات میں غیر مسلموں کے لیے سزا کا تصور موجود نہیں۔ یعنی جاوید صاحب کا استدلال اس طرح نہیں کہ ان صفحات پر لکھا ہے کہ غیر مسلم کے لیے توہین اور سبّ رسالت کی کوئی سزا نہیں بلکہ ان کا استدلال اس طرح ہے کہ ان صفحات پر نہیں لکھا کہ غیر مسلم کے لیے اس جرم کی کوئی سزا ہے۔ گویا (سابق) جسٹس صاحب نے عدم ذکر کو ذکر عدم سمجھ لیا ہے کیا علم وفضل کے اسی برتے پر جج صاحب کو فخر ہے۔ حضور والا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کتاب دستور پاکستان کے فلاں صفحہ پر یہ نہیں لکھا ہوا کہ ''ریٹائرڈ جسٹس'' سینیٹر بن سکتا ہے تو بتائیے کیا اس سے یہ ثابت کرنا صحیح ہے کہ دستور میں لکھا ہے کہ ریٹائرڈ جسٹس سینیٹر نہیں بن سکتا۔ ہر ذی فہم کہے گا کہ ہرگز نہیں۔ طوالت ناگوار نہ گزرے تو ایک مثال اور سن لیجئے اگر کوئی شخص یہ کہے گا ''پیام مشرق'' میں ڈاکٹر صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ڈاکٹر صاحب محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے تو ہر ذی فہم یہی کہے گا کہ اس عقیدہ کے ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس عقیدہ کے خلاف ہیں ہاں اگر ''پیام مشرق'' میں یا کسی اور کتاب میں وہ لکھتے کہ وہ سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی اور پیغمبر مانتے ہیں تو پھر یہ سمجھنا صحیح ہوتا کہ وہ حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اگر بات سمجھ میں آ گئی ہو تو میں عرض کروں گا کہ یہ تو آپ نے چند صفحوں کا حوالہ دیا ہے۔ اگر آپ ساری کتاب کے متعلق یہ کہتے کہ اس میں ذمی یا بقول آپ کے (ہر) غیر مسلم کے لیے توہین رسالت ﷺ کی سزا کا کوئی تصور نہیں تو بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کتاب کے مصنفین یا مغل بادشاہوں بالخصوص عالمگیر اور حنفی مذہب کے تمام علماء توہین رسالت ﷺ کی کوئی سزا نہیں مانتے۔ بہرحال اس کے باوجود ہم نے عربی عالمگیری کے علاوہ اس کا اردو

ترجمہ بھی منگوا کر دیکھا کہ شاید آپ کے مفید مطلب کوئی عبارت ہو۔ ہمیں ایسی کوئی عبارجلد دوم تو ایک طرف جلد اوّل سے جلد پنجم تک کہیں نظر نہیں آئی۔ جلد سوم مترجم سیّد امیر علی طبع دارالاشاعت کے صفحہ ۳۳۳ سے کتاب السیر شروع ہے صفحہ ۴۳۵ پر اس کا آٹھواں باب جزیہ کے بارے میں ہے وہ ہم نے سارا پڑھا کہیں اس قسم کی عبارت نہیں ماسوائے اس جملہ کے کہ زنا، قتل اور سبّ رسول ﷺ کے مجرم کے لیے عہد ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس عبارت کی مکمل تشریح ہم نے پہلے پوائنٹ پر نظر میں کردی۔ اور بتادیا ہے کہ اس عبارت سے ''ذمی ساب الرسول'' سے سزائے قتل کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

فتاویٰ عالمگیری کے متعلق جاوید صاحب کی دوسری عبارت ایک اور غلط حوالہ:

رہی دوسری بات جس کا ذکر نوائے وقت ملتان صفحہ ۴ نمبر ۲۴ کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا تھا جسے جاوید صاحب کے بیان منقولہ نوائے وقت ملتان ۸ جولائی صفحہ ۴ میں عالمگیری کے صفحہ ۱۷۴ سے منسوب کیا ہے'' کہ غیر مسلموں کو سور فروخت کرنے' اس کا گوشت کھانے یا حضرت نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی پیغمبر خدا کی حیثیت سے انکار کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی ہے۔''

اس کے تفصیلی جواب سے قبل اجمالاً عرض ہے کہ اس طرح کی عبارت بھی کہیں نہیں پائی گئی۔ ہم نے اس حوالہ کو بھی تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ فتاویٰ عالمگیری کی کسی ذیلی کتاب اور باب کا حوالہ دیں تا کہ آسان رہے۔

غیر ذمی کا انکار رسالت:

ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کے انکار پر ہر کافر کو تحفظ حاصل نہیں صرف حقیقی اور حکمی ذمی سے تسامح ہے وہ بھی بشرط بیان عقیدہ نہ بطریق سبّ۔ ذمیوں کے لیے جہاں

تک حضرت سیّدنا محمد ﷺ کی نبوت کے انکار کا مسئلہ ہے اگر یہ عالمگیری میں مل بھی جائے تو اس کا سبّ کی بحث سے تعلق نہیں۔ ظاہر ہے کہ کافر اسی انکار کی وجہ سے کافر ہیں اس لیے جب انہیں ذمی بنالیا تو پھر اس پر ذمیوں کو سزا کیونکر دی جاسکتی ہے۔ اسلام ذمیوں کے عقائد میں مداخلت نہیں کرتا۔ مستامن (ویزا پر والے کافر) کے لیے بھی یہ گنجائش غلط نہ ہوگی۔ مگر حربی کافر اور مرتدوں سے تو ہماری لڑائی اس بات پر بھی ہے۔ اس لیے وہ اگر ہاتھ لگیں تو انہیں قتل کرنے میں حرج نہ ہوگا۔ ہم چیلنج سے کہتے ہیں کہ ذمی کی بجائے ہر غیر مسلم کے لیے حضور ﷺ کی نبوت سے انکار پر بلکہ ذمی کے لیے بھی سبّ رسول ﷺ پر کچھ سزا نہ ہونا اسلامی ہی کی کسی مستند کتاب میں نہیں دکھایا جاسکتا خواہ عالمگیری ہو یا کوئی اور معلوم نہیں کہ جاوید صاحب کو ذمی اور غیر مسلم کی اصطلاحات (ٹرمز) کے مابین فرق کا علم نہیں یا پھر وہ جسٹس ہو کر غلط حوالہ دینے کی برائی نہیں جانتے؟ یا اخباران پر غلط بیانی کر رہا ہے۔ وگرنہ ہم بیان کر چکے کہ ذمیوں کو بھی صرف اپنے سابقہ عقیدہ پر رہنے کی آزادی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کو گالی دینے کی اجازت ہرگز نہیں۔ چہ جائیکہ باقی غیر مسلموں کو سبّ کی اجازت دی جائے۔

مغل دور اور اس سے پہلے غیر مسلموں کو توہین رسالت کی سزا:

جاوید اقبال صاحب نے عوام کو آگاہ کیا ہے کہ "مغل دور اور اس سے پہلے" غیر مسلموں کو بوجہ اسلامی عقیدہ اور اصولوں کی خلاف ورزی کے سزا نہ دی جایا کرتی تھی۔ جاوید صاحب سن لیں اور میں عوام الناس کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کا ہے۔ حضور پاک ﷺ کو گالی دینے کا ہے۔ اسلامی عقیدوں کو غیر مسلموں پر ٹھونسنے کا نہیں۔

ذمی کا اقرار رسالت محمد ﷺ نہ کرنا:

ہم نہیں کہتے کہ ذمی ساب کا قتل اس لیے ہے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے بلکہ ہم یہ بھی جب ہی مطالبہ نہیں کرتے کہ وہ مانیں کہ حضور ﷺ کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو شدید غضبناک کرنا اور بدترین کفر کا مرتکب ہونا ہے یہ ہمارے عقیدے ہیں جو ہم ان پر ٹھونس نہیں رہے ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ غیر مستامن حربی کافروں سے ہمارا عقیدوں کا اختلاف ہے جسے ختم کرنے کے لیے ہم ان سے حتیٰ الوسع دائمی جنگ کی حالت میں ہیں۔ حتیٰ لاتکون فتنۃ حکم قرآنی سے ہے لیکن مستامن اور ذمی اور "بالخصوص ذمی" ہمارے وطن میں رہتے ہیں ہم ان کو تحفظ دیتے ہیں ان کو کوئی مسلمان قتل کرے تو ہم اپنے اس مسلمان بھائی کو قتل کر دیتے ہیں۔ ان کے مال و جان کا تحفظ مسلمانوں کے مال و جان کی طرح مسلم عوام اور حکومت اسلامیہ پر لازم مانتے ہیں ہم اپنا خون دے کر ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے نبی ﷺ کی تعظیم کا اقرار اور اس کا اظہار نہ کریں۔ ہمارے نبی ﷺ کو ان کی تعظیم کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن ہم بجا طور پر اس مطالبہ کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کی توہین نہ کریں کیا ہم ان کی حفاظت اسی لیے کرتے ہیں اور ان کے خون پر اپنے خون کو اسی لیے نثار کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ہمارے رسول ﷺ کی توہین کرے گالیاں دے اور تمام مسلمانوں کو ایذاء پہنچائے؟ تمام دنیا کے تمدن میں ہمسایوں سے رواداری کا خیال رکھا جاتا ہے یہ کیسی رواداری ہے کہ مسلم اکثریت کے زیر سایہ ملک میں رہتے ہوئے اس مسلم ملک کے وسائل سے متمتع ہونے والا مسلمانوں کا کھا کر نہ صرف تمام مسلمانوں کو بلکہ ان کے پیارے نبی پاک ﷺ کو گالی دے۔ اسے گالی دے جس سے مسلمانوں کو اپنے ماں باپ اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبت ہے۔

بہرحال اگر اس جملہ سے جاوید صاحب کی مراد ذمیوں اور غیر ذمیوں سے

اسلامی مملکت میں بحیثیت اسلامی مملکت "سبّ رسول" کی سزا کی نفی ہے تو انہیں چاہیے تھا وہ اس کا باقاعدہ شرعاً معتبر حوالہ دیتے' لیکن وہ کیسے حوالہ دیتے حوالہ ہوتا تو حوالہ دیتے۔ رہا ذمی کافر کا حضور ﷺ کی رسالت سے انکار کرنا تو یہ اس کا عقیدہ ہے۔ اسی کی وجہ سے اسے ذمی قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عقیدہ سے باز آ جاتا تو مسلمان ہو جاتا اور ذمی نہ رہتا۔ اور ہم یہاں غیر مسلم ذمی کے بارے میں غور کر رہے ہیں جبکہ وہ ایسی بات منہ سے کہے جو کسی نبی پر (عرف عام میں) سبّ سمجھی جائے۔

مغلیہ دور میں سبّ کی سزا:

مزید براں اگر جاوید اقبال صاحب کا مطلب یہ ہے کہ مغل دور اور اس سے قبل کی سیاسی روایت اور رواج یہی ہے اور روایت کا تسلسل اسے قانون کا درجہ دے دیتا ہے تو یہاں دو باتیں ہیں۔

(۱) کیا مغل دور سے قبل یہ سیاسی روایت رہی؟ اس کا حوالہ دیئے بغیر ایک جج کو یہ بات زیبا نہیں۔

(۲) کیا روایت اور رواج کا تسلسل اور مسلم جرم سے دنیوی حکومت کی مسلسل چشم پوشی اسے قانونی جواز عطا کرتی ہے؟ ہوسکتا ہے جدید غیر اسلامی قانون میں کہیں ایسا ہو لیکن اسلام میں ایسا نہیں ورنہ بالتسلسل شرکت کے ایسے رواج کے بعد کہ کسی دور میں انسانوں کی اکثریت اس سے نکل نہیں سکی۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کو باطل قرار نہ دیتا اور اسلامی حکومت میں شرک کے انسداد کے قوانین نہ ہوتے۔

بہر حال جاوید صاحب کا مطلب کچھ بھی ہو آیئے ہم دکھاتے ہیں کہ مغلیہ دور میں بھی ذمی ساب کو قتل کیا گیا اور حنفی علماء کے حکم سے ایسا کیا گیا۔

ولقتل مما تندرئ بالشبهات' حدوداورقتل شبہات کے باعث ٹل جانے والے امور میں سے ہیں۔ان قضاۃ سوء اور علماء سوء کی شہ پر ہندوؤں نے بہت فتنہ اٹھایا اور مطلق العنان بادشاہ اکبر نے ہندوؤں کوراضی کرنے کے لیےعلامہ عبدالنبی کومعزول کردیا۔علامہ عبدالنبی نے ۹۹۱ھ میں وفات پائی ملخصاً ترجمہ (طرب الاماثل عربی صفحہ۳۸۳-۳۸۴طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

جہاں تک شک سے حدود دفع ہونے کا تعلق ہےتو اس مضمون کی ابتداء میں واضح ہو چکا کہ حنفیہ کے نزدیک یہ قتل حدنہیں تعزیر ہے جوشبہ سے دفع نہیں ہوتی بہرحال اس واقعہ کے پیش نظر ثابت ہوتا ہے کہ ذمی ساب کی سزا کے بارے میں بحیثیت جرم سبھی علماء متفق تھے کہ اس جرم کی سزا قتل ہے اختلاف اس بناء پر کیا گیا کہ بعض علماء یعنی کچھ ججوں کے نزدیک اس جرم کی سزا میں کوئی شک نہ تھا البتہ مجرم پر جرم کے ثابت ہونے میں ان کے خیال کے مطابق شک حائل تھا وہ مجرم کوشک کا فائدہ دینا چاہتے تھے جبکہ صدر الصدور جو بمنزلہ چیف جسٹس کے تھا اس کے نزدیک شک کی کچھ گنجائش نہ تھی۔اس لیے وہ قتل پر مصرر ہا اوراس طرح وہ شخص قتل کردیا گیا۔بہرحال ثابت ہوگیا کہ ذمی سابّ نبی کا قتل اکبر بادشاہ کے عہد میں قانوناً نافذ تھا جودسویں صدی ہجری کا دور ہےاوراس وقت کے ہند کے چوٹی کے علماء میں کسی ایک حنفی عالم کو یہ کہنے کی جرأت نہ تھی کہ ثبوت جرم کے بعداس مجرم کوقتل نہ کیا جائے ہاں بعض لوگ شک وشبہ کی بات کرر ہے تھے جوثبوت کے منافی ہوبھی سہی لیکن ''بعدثبوت'' سزا کے منافی نہیں لہٰذااس اختلاف سے ہمارے موقف کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا۔خلاصہ یہ کہ عہد اکبری کے اوائل میں ذمی سابّ سے ثبوت جرم کے بعداس کی سزائے قتل میں کوئی اختلاف نہ تھا اور یہ سزا عملاً بھی نافذ تھی' اکبر بادشاہ کے صدر الصدور چیف جسٹس کومعزول کرنے کی وجہ نہ تو یہ تھی کہ وہ اس جرم کی سزا قتل نہیں سمجھتا تھا اور نہ

ہندوؤں کی فقط شورش بلکہ اس کا سبب وہ صدور اور جج تھے جو چیف جسٹس کے عہدہ کے لالچ میں یہ کہتے تھے کہ اس فیصلہ کے لیے کافی ثبوت میسر آئے بغیر فرد جرم عائد کر دی گئی۔

حکام وقضاۃ سوء کی ملمع مہبت:

زندگی کو کسی کے لیے دوام نہیں مولانا عبدالنبی بھی گزر گئے اور اکبر بھی لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اکبر اور اس کے ساتھی علماء نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے اگرچہ منافقت پر منافقت برتی اور اسلام کو دبانے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا لیکن بہت جلد اکبر کی موت کے بعد جہانگیر کو ''شیخ مجدد کی قیادت میں متحدہ مسلم اکثریت'' کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت اس کے کچھ کام نہ آ سکے اور بالآخر وہ وقت آ گیا کہ مسلم اکثریت کی امنگوں کو تسلیم کرتے ہوئے بادشاہ عالمگیر کو مکمل اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا پڑا۔ مغل حکومت خوب پھلتی پھولتی بشرطیکہ ان اسلامی قوانین کو یہ مطلق العنان بادشاہ اپنی ذات پر بھی نافذ کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ سلطنت مغلیہ کے ایک بادشاہ نے ہند کے اندر خلاف قانون اسلام کلکتہ نامی شہر کی زمین پر برطانوی کمپنی کے مستامن حربیوں کو بخش دی اور مسلم ریاست کے اندر کافر ریاست قائم کرنے کی منظوری دے کر مسلمانوں کے لیے بلکہ اپنے خاندان کے اقتدار کے لیے بھی خود اپنے ہاتھوں قبر کھود لی جس کے نتیجہ میں اس کمپنی کے ہاتھوں مکمل سقوط ہند کے ساتھ مغل شہزادوں کے سر بھی یکم اپریل کو اپنے قیدی والد کے دسترخوان پر نظر آئے۔

سور فروخت کرنا اور کھانا:

جاوید صاحب کے بقول عالمگیری صفحہ ۱۷۴ میں درج ہے غیر مسلموں کو سور فروخت کرنے' اس کا گوشت کھانے ...... پر سزا نہیں دی جا سکتی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جاوید صاحب نے یہ ایک حوالہ بیان کیا ہے اور مجھے اس پر اعتراض یہ ہے کہ عالمگیری میں نہ تو اس

صفحہ پر اور نہ اس سے آگے پیچھے کہیں بھی یہ حوالہ بلا کم وکاست ان لفظوں سے موجود نہیں۔ جج صاحب جانتے ہوں گے کہ غلط حوالہ اگر وکیل دے تو کتنا جرم ہے ہوسکتا ہے کہ آپ ترجمہ ہی پڑھ سکتے ہوں اور کسی ترجمہ میں کتابت کی غلطی یا مترجم کے سہو قلم سے عبارت بدل گئی ہو۔ بہرحال اصل مسئلہ یہ ہے کہ غیر مسلم نہیں بلکہ صرف ذمی کافر مسلمانوں کے ملک میں جب کسی شہر میں مکمل اکثریت میں ہوں کہ وہاں مسلمان یا تو رہتے نہ ہوں اگر رہتے ہوں تو اتنے تھوڑے ہوں کہ وہ اپنی جامع مسجد یا عیدگاہ نہ بنا سکتے ہوں تو ذمیوں کو ایسے قصبہ اور شہر میں سور بیچنے اور خریدنے سے منع نہ کیا جائے گا۔ اس کا کھانا ان کا ذاتی مسئلہ ہے بشرطیکہ یہ ہمراہ سب نہ ہو البتہ مسلمانوں کو ان کے ساتھ سور کی خرید و فروخت کی ممانعت برقرار رہے گی۔ لیکن اگر مسلمانوں کی اکثریت کا شہر ہو یا اس شہر میں مسلمانوں کی جامع مسجد یا عیدگاہ بنی ہوئی ہو تو پھر اس شہر یا قصبہ میں ذمیوں کو علانیہ سور خریدنے بیچنے کی ہرگز اجازت نہیں اور جب اسلامی قانون کی مخالفت کی جائے تو جرم پر سزا دینے (تعزیر) کا اختیار اسلام نے حکومت کو دیا ہے جو ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ ہمارے اس دعویٰ پر اسی عالمگیری سے حوالہ ملاحظہ ہو فتاوی عالمگیری عربی جلد دوم طبع بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ اور فتاویٰ عالمگیری ترجمہ سیّد امیر علی طبع ایچ ایم سعید کراچی جلد سوم ملاحظہ ہو۔

(۱) ليس لهم ان يحدثوا فيه كنيسة ولا بيعة ولابيت نارلم يكن ولا يبيعوا فى ذلك خمرا ولا خنزيرا ولا ميتة ولا ذبيحة مجوسى علانية

اور ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس میں کوئی جدید بیعہ یا کینسر یا آتش خانہ بنا دیں جو قبل صلح کے نہ تھا اور اس میں علانیہ شراب نہ بیچنے پائیں گے اور نہ سور اور مردار اور نہ مجوسیوں کا ذبح کیا ہوا جانور۔

(فتاویٰ عالمگیری عربی جلد دوم صفحہ ۲۴۸)

(۲) ولو رفعوا اصوتهم بقراء ة الزبو روالا نجيل ان كان فيه اظهار الشرک منعوا عن ذلک وان لم يقع بذلک اظهار الشرک لايمنعون و ينعون عن قراء ة ذلک في اسواق المسلمين وكذا عن بيع الخمور والخنازير وعن اظهار الخمور والخنازير في مصر وماكان في فناء المصر

(فتاویٰ عالمگیری عربی صفحہ۲۵۱ جلد۲)

اور اگر انہوں نے زبور انجیل پڑھنے میں اپنی آواز بلند کی پس اگر اس میں اظہار شرک ہوتو اس سے منع کیے جائیں گے اور اگر اس سے اظہار شرک واقع نہ ہوتو ممانعت نہ کی جائے گی۔ اور مسلمانوں کے بازاروں میں اس کے پڑھنے سے منع کردیے جائیں گے اور اسی طرح انہیں اسلام کے شہروں اور فنائے شہر میں شراب وسور کے فروخت کرنے اور شراب وسور کو ظاہر کرنے سے منع کیا جائے گا۔

(فتاویٰ عالمگیری جلدط صفحہ۴۴۴ اردو)

(۳) فان كان الذي ادخل الخمر مصر امن امصار المسلمين رجلا من اهل الذمة فان كان جاهلا ردالامام عليه متاعه و اخرجه من المصر واخبره انه ان عادا دبه ومعنى قوله ان كان جاهلا ان لايعلم انه لاينبغي له ان يفعل ذلک وان كان عالما فالامام لايريق خمره ولايذبح خنازيره

اور اگر شہر ہائے اسلام سے کسی شہر کے اندر شراب لانے والا کوئی ذمی ہو پس اگر یہ شخص جاہل ہوتو امام اس کی متاع اس کو واپس کر کے اس کو شہر سے نکال دے گا اور اس کو آگاہ کردے گا کہ اگر پھر ایسی حرکت کی تو تجھ کو سزا دوں گا اور جاہل ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذمی مذکور یہ نہ جانتا ہو کہ ایسا کام کرنا ٹھیک نہیں۔ اور اگر ذمی مذکور نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو

ولکن ان رأى ان يوديه بالضرب والحبس فعل ذلک (فتاویٰ عالمگیری عربی صفحہ ۲۵۲' ۲۵۳' جلد ۲ کتاب السیر باب آٹھواں جزیہ کے بیان میں)

امام موصوف اس کی شراب نہیں بہادے گا اور ان کے سوروں کو قتل کرے گا لیکن اگر یہ مصلحت معلوم ہو کہ اس کو تادیباً سزا دے کوڑے مارنے یا قید کرنے سے تو ایسا کرے۔

(فتاویٰ عالمگیری اردو صفحہ ۴۴۵ جلد ۳

ثابت ہوا کہ فتاویٰ عالمگیری اور فقہ حنفی کے ضابطہ کے مطابق اگر ذمی مسلمانوں کے شہروں میں اعلانیہ سور کی خرید و فروخت کرے تو سزا کا مستحق ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) گالی دے خواہ علانیہ خواہ چھپ کر تو سخت ترین سزا بلکہ قتل کا سزاوار ہے۔

"لکم دینکم ولی دین" سے جاوید صاحب کے ایک اور مغالطہ کا رد:

ایک اور نکتہ جو جاوید صاحب نے پیش کیا یہ ہے کہ "لکم دینکم ولی دین" کی قرآنی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے لیے توہین رسالت پر سزا نہیں۔ اس نکتے پر غور کرنے سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

(۱) آیت کا معنی (تمام ترجمے دیکھ لیں) یہ نہیں کہ کافروں کو توہین رسالت پر سزا نہیں۔

(۲) وہ سورت جس کی یہ آیت ہے پوری کی پوری (مستند اقوال کے مطابق) مکہ میں اتری وہاں پر مسلمان خود سزائیں بھگت رہے تھے کسی دوسرے کو جب سزا دے نہ سکتے تھے تو معاف کیسے کرتے۔ سمجھانے کے لیے ایک مثال عرض ہے کہ جنگل میں ایک سرکاری ملازم ڈاکوؤں کے درمیان پھنس جائے اور ڈاکوؤں سے کہے

کہ جناب میری حکومت تمہیں معاف کرتی ہے کیا یہ مضحکہ خیز بات نہ ہوگی؟

آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے بجا ہے۔ واقعی وہ ہمیشہ کے لیے ہے لیکن یکبارگی نہیں اترا تھوڑا تھوڑا ہوکر اترا ہے۔ اور احکام کا نزول وقت حاجت ہوا تھا جب یہ آیت اتری تو اس معافی کی حاجت کہاں تھی۔

جب مسلمانوں نے اور آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے لیے بقول آپ کے اس آیت کو پڑھ کر مکمل معافی کا اعلان کیا۔ تو کیا اسلام کے پاس حکومت تھی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر معافی کا کیا مطلب ہوا اور حکمت نزول کیسے پوری ہوئی؟

شاید کوئی یہ سمجھے کہ لکم دینکم کا معنی ہے کہ تمہیں تمہارے دین پر رہنے کی آزادی ہے اور ہمیں ہمارے دین پر رہنے کی آزادی ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ معنی تسلیم کرلیا جائے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ فرمان بطور معاہدہ ہے جو دونوں طرف سے ہوتا ہے۔

یا بطور فرمان حکومت ہے؟ پھر اگر فرمان حکومت ہے تو قابل نسخ یا دائمی؟ اور ہر کافر کے لیے ہے یا بعض کے لیے؟

اگر آپ کہیں کہ بطور معاہدہ ہے تو مکے کے کافروں نے یہ معاہدہ کب منظور کیا؟ اگر وہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کی آزادی دیتے تو مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی بلکہ اس سے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ ہجرت اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں نے معاہدہ تسلیم نہیں کیا جب معاہدہ نافذ ہی نہ ہوا تو اس سے حجت کیسے پیش کی جارہی ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ فرمانِ حکومت تھا تو وہاں حکومتِ اسلامیہ تھی کہاں اگر مکہ میں جہاں یہ آیت نازل ہوئی حکومت اسلامیہ ہوتی تو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہجرت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مکہ پر قبل ہجرت حکومت قائم نہ تھی۔ پھر بالفرض

تسلیم کرلیا جائے کہ حکومت اسلامیہ قائم تھی تو یہ فرمان قابل نسخ تھا یا نا قابل نسخ۔ اگر نا قابل نسخ تھا تو فتح مکہ کے وقت مشرکین کے بتوں سے کعبہ کو کیوں صاف کیا گیا اور کیوں بت توڑے گئے اور اگر قابل نسخ تھا تو منسوخ ہونے کے بعد اس سے حجت لانا کیسے صحیح ہوگا؟ اسی طرح یہ حکم ہر کافر کے لیے تھا تو "قاتلوا المشرکین کافۃ" (بغیر کسی استثناء کے تمام مشرکوں سے جنگ کرو) کیوں نازل ہوئی؟ کیا قرآن مجید میں کوئی مسلمان تعارض کا قائل ہوسکتا ہے؟

اور اگر قرآن کا یہ فرمان حکومت کی جانب سے بعض کافروں کے لیے تھا تو ان کی تعیین کس طرح ممکن ہے اور اگر آپ آیت کا مخاطب ذمی کو مراد لیں تو ذمی تو حکومت اسلامیہ کے بغیر ہو نہیں سکتے کیونکہ کچھ "عہد" وہ کرتے ہیں جن کی پابندی کرانے کی حکومت ذمہ دار ہوتی ہے اور ایک عہد' حکومت کرتی ہے کہ وہ ذمیوں کی جان و مال کو اندرونی اور بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ فراہم کرے۔ اور اس وقت اسلامی حکومت سرے سے تھی ہی نہیں تو ذمی بھی نہ تھے تو خطاب بالمعدوم ہوا جو حکمت نزول قرآن کے منافی ہے۔

ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے کسی قسم کے کافر کو رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ پر سب بکنے اور آپ ﷺ کی توہین کرنے پر عام یا خاص معافی ثابت نہیں ہوتی اور نہ یہ آیت کسی قسم کے کافر سے دائماً یا عارضی طور پر جنگ نہ کرنے کا عہد کرتی ہے۔ یہ سب بلا جواز پروپیگنڈہ اور آیت کی تفسیر سیاق وسباق کے خلاف اپنی طرف سے گھڑنا ہے۔ آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کافروں نے کہا کہ ہم اور آپ مل کر اپنے اور دوسرے فریق کے معبود دونوں کی عبادت کرنے پر صلح کرلیں۔ تو حکم آیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں (توحید پر قائم رہ کر) تمہارے معبودوں کی عبادت کروں۔ یہ ناممکن ہے میں تمہارے معبودوں کی نہ عبادت کرتا ہوں اور نہ کروں گا اور تم (شرک پر قائم رہ کر) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو (جو بغیر

عقیدہ توحید صحیح نہیں ہوتی) تو یہ بھی ناممکن ہے تم میرے معبود کی نہ عبادت کرتے ہو نہ کرسکو گے تمہارا دین شرک ہے۔ یعنی ایک سے زیادہ معبود ماننا اور میرا دین توحید یعنی ایک معبود ماننا ہے یہ جمع نہیں ہوسکتے۔ اس لیے تم اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہو اور میں اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہوں ہم دونوں میں سے کوئی بیک وقت دونوں دینوں پر قائم نہیں رہ سکتا' پس تمہارا دین تمہارے لیے (یعنی تمہارے ساتھ مخصوص) ہے اور میرا دین میرے لیے (یعنی میرے ساتھ مخصوص) ہے۔

عربی زبان میں گرائمر کے اعتبار سے لکم دینکم کا حرف ''لام'' خصوصیت کے لیے بھی آتا ہے جو یہاں مراد ہوسکتی ہے۔ اور کبھی تبیین و امتیاز کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ معنی بھی مراد ہوسکتا ہے کہ تمہارا دین تمہارے لیے (میرے دین سے جداگانہ) ہے اور میرا دین میرے لیے (تمہارے دین سے جداگانہ) ہے یعنی میرا اور تمہارا الگ الگ دین ہے۔

اور ظاہر ہے اگر مسلمان ''سبِ نبی'' جائز کردیں تو پھر مسلمانوں اور کافروں کے دین کے مابین نہ کچھ امتیاز باقی رہتا ہے اور نہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کے لیے ان کے دین میں خصوصیت رہتی ہے۔ ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی میں اس سورۃ کی جاوید صاحب کے دعوے سے کوئی موافقت نہیں اور اگر سورہ الکافرون کو مدنی بھی مان لیا جائے تو ترجمہ غیر متعلق ہونے سے قطع نظر وہاں بھی عملی طور پر غیر مسلموں کے لیے ''سبِ رسول'' پر معافی ثابت نہیں ہوتی۔ مدینہ ہی میں مسلمانوں نے جنگ بدر لڑی اور تاریخ کا طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ میدانِ جنگ میں فوجوں کے صف آراء ہونے کے بعد بظاہر مسلمانوں نے جنگ شروع کرنے میں پہل کی تھی اور دو نوجوانوں نے باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے قبل بغیر مبارزت کے ابوجہل کو اسی ''سبِ رسول'' کے الزام کے باعث قتل کردیا تھا۔ اور

امت مسلمہ آج تک ان لڑکوں کی ممنون ہے۔کعب بن اشرف یہودی سے باقی یہود سمیت پہلے اگر چہ معاہدہ ہو چکا تھا مگر وہ حضور ﷺ کو اپنی ناپاک زبان سے ایذاء پہنچاتا تھا۔ سرکار کے حکم سے اسے صحابہ کرام نے موقع پا کر قتل کر دیا۔ایک صحابی کی غیر مسلمہ (کتابیہ) بیوی نے حضور ﷺ کے بارہ میں بکواس کی وہ جس صحابی کے گھر میں تھی اسے قتل کرنے والا وہی اس کا خاوند ہوا۔اور سزائے قصاص نہ دی گئی۔اس لیے مجھے آخری بات کے طور پر کہنے دیجئے کہ پورے ذخیرہ قرآن وحدیث میں ایک آیت یا حدیث ایسی دکھادیں جس میں صریحاً یہ لکھا ہو کہ کوئی غیر مسلم یا یہ لکھا ہو کہ کوئی ذمی کافر اگر نبی ﷺ کو گالی دے تو اسے کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ورنہ ثابت ہوگا کہ جاوید صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے معنی میں ہیں۔

بہرحال ثابت ہوا کہ آیت "لکم دینکم ولی دین" سے غیر مسلم کے لیے "سبِّ رسول" کی (معاذ اللہ) رخصت ثابت کرنا بالکل غلط ہے جو کسی علم والے مسلمان کے لیے ممکن نہیں۔

محترم جاوید اقبال صاحب کے اس مضمون کی کیا ضرورت تھی یہ تو جاوید صاحب جانتے ہوں گے لیکن اس ماحول میں کہ یہ چرچا عام ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت توہین رسالت کے اس قانون کو بے اثر بنانا چاہتی ہے جو شرعی عدالت میں ایک مقدمہ کے فیصلہ میں میاں نواز شریف (مسلم لیگی وزیراعظم) کے دور سے پہلے وجود میں آیا اور اس وقت کی حکومت کے دور میں سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی گئی جو نواز شریف کے دور میں باقاعدہ سماعت کے لیے سامنے آئی تو اس وقت کے وزیراعظم اور موجودہ اپوزیشن لیڈر نواز شریف صاحب نے اس اپیل کو واپس لے لیا اور اسی طرح شرعی عدالت کا وہ فیصلہ قانون بن گیا۔اب اپوزیشن لیڈر کے بنائے ہوئے اسی قانون کو بے اثر بنایا جارہا ہے کہ

توہین سننے والوں کی رپورٹ پر پرچہ درج نہیں ہوگا۔ صرف رپٹ درج ہوگی، پھر سیشن جج یا کوئی اس طرح کا جج انکوائری کرے گا تو پرچہ درج ہوگا اور اس انکوائری پر جج فوری فیصلہ کی بجائے مقدمہ کی دوبارہ سماعت کرے گا۔ ظاہر ہے اسی دوران اسے تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس مقدمہ کی مدعی بھی ریاست نہ ہوگی اور اسی لیے مقدمہ غلط ثابت ہونے پر رپورٹ کرنے والے کو نہ صرف چھ ماہ بلکہ دس سال سزائے قید دی جا سکے گی۔ اس ماحول میں اپوزیشن مکمل خاموش ہے میاں نواز شریف خاموش ہیں اور خود ان کی پارٹی کا سینئر علم اور شرع کے نام پر لوگوں کو یہ غلط تاثر دینا چاہتا ہے کہ جب کسی قسم کے غیر مسلم کو توہین رسالت پر اسلامی ملک میں کوئی سزا نہیں دی جا سکتی تو مسلمانوں کو کوئی سزا کیوں ہو اور غیر مسلم ملک کے باشندے رشدی کو تو پھر کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔

یہ مضمون محض علمی ہے اور مصنف کا سیاست سے ماضی قریب میں کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے ہم اس بحث میں نہیں جاتے کہ یہ اتحاد کس بیرونی یا اندرونی طاقت کے اشارہ پر ہے اور اپوزیشن نمائندے سرتاج عزیز کو اس دور میں وزارت خارجہ کمیٹی کی سربراہی کس جذبہ خیر سگالی کے ماتحت ہے۔

ہم اس وقت یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دور میں سود کو قانونی جواز دینے کے لیے سپریم کورٹ میں اپیل کس کے اشارہ پر تھی اور سود کو حرام کہنے والے علماء پر اس دور کے وزیروں کا غیظ و غضب (برطرفی سے پہلے اور دوبارہ تقرری کے بعد) یہ تسلسل جاری رہنا کس کے اشارہ پر تھا؟ ہم یہاں صرف دو باتیں کہیں گے اور وہ یہ کہ نواز شریف نے اپنے دور میں صرف ایک بڑی نیکی کی تھی اور وہ توہین رسالت کے قانون کا استقرار ہے۔ لگتا ہے سود سے محبت کی وجہ سے "فاذنوا بحرب من الله ورسوله" والی آیت ان کے پیچھے ہے اور وہ مرنے کے بعد کوئی قابل ذکر نیکی چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور

ہوسکتا ہے کہ خدا کے مقابلہ میں غیرملکی طاقتوں کو راضی کرنے کی کوشش کے باوجود وہ برسر اقتدار نہ آسکیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ الیکشن ۹۳ء میں اور اس سے پہلے کے حالات میں کچھ علماء وصوفیا نے نواز شریف (مسلم لیگ) کا ساتھ دیا اور کچھ دوسروں نے پیپلز پارٹی (بینظیر) کا بلا واسطہ یا بالواسطہ ساتھ دیا۔ نتیجتاً عوام نے آزاد کھڑے ہونے والے علماء کو ان کی توقع کے مطابق پذیرائی نہ دی تو دنیا نے کہا اسلام ہار گیا لیکن اب دیکھئے سرکار دوعالم ﷺ کی شان کا مسئلہ ہے تو عوام آگے ہیں اور علماء پیچھے پیچھے۔ اس لیے علماء اور حکومت اور اپوزیشن سمجھ لیں کہ عوام رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں۔ ہاں کوئی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دے تو جہاں اسے کانٹا چبھے گا مسلم عوام وہاں خون بہائیں گے۔

ذمی سابّ کے حق میں دیگر ممکنہ طور پر پیش کیے جانے والے دلائل کا جواب:

سینیٹر جاوید اقبال صاحب کے نکات کا جواب لکھ کر ہم کافی عرصہ سے فارغ ہوگئے۔ ادارہ ''السعید'' کی جانب سے پہلی قسط کے ماہنامہ ''السعید'' کی کاپیاں سینیٹر صاحب کو دستی پہنچائی گئیں اور اس ادارہ کی طرف سے انہیں بالمشافہ پیشکش کی گئی کہ اگر وہ چاہیں تو ماہنامہ ''السعید'' ان کے جواب کو چھاپ دے گا۔ فقیر کے مضمون کی گیارہ قسطیں چھپ چکیں اور ان کا جواب مکمل ہوگیا۔ میرے علم کے مطابق جواب کی کاپیاں ان کے پاس بھیج دی گئیں پھر اس کے بعد تین چار ماہ اور بھی گزر گئے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب سامنے نہ آیا جس کا جواب دینے کی ضرورت ہوتی۔ بہرحال تکمیلی طور پر اپنی طرف سے اس اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی جو قارئین کے سامنے ہے۔ دراصل مجھے یہ خیال آیا کہ جس طرح سینیٹر جاوید صاحب نے لکم دینکم ولی دین کو سبّ رسول کے مرتکب

ذمی کے لیے سزا کی نفی سمجھا حالانکہ اس آیت کا مذکورہ مضمون سے کوئی تعلق نہ تھا۔اسی طرح عین ممکن ہے کہ کوئی صاحب بعض دوسری قرآنی آیات سے بزعم خود مغالطہ کھائیں یا مغالطہ ڈالنے کی کوشش کریں۔

پہلا امکانی اعتراض مع جواب:

اس سلسلے کی پہلی آیت **لا کراہ فی الدین** ہے۔یعنی دین اسلام میں زبردستی منوانا نہیں لیکن قارئین نے آیت مذکورہ کا ترجمہ پڑھ کر ہی اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس آیت کا ذمی کو اس مسئلہ میں سزا دینے سے کوئی تعلق نہیں۔قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ سبّ رسول کے مرتکب ذمی کے بارے میں اہل اسلام کے دو قابل اعتبار مسلک سامنے آئے ہیں۔(۱) ایک تو یہ کہ یہ سزا ''حد'' ہے جو اس کی توبہ کے باوجود معاف نہ ہوگی۔(۲) دوسرا یہ کہ یہ سزا ''تعزیر لازم'' ہے جو اس کے اسلام لانے کے باوجود معاف نہ ہوگی۔یعنی تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حکومت اسلامی نہ تو ذمی سابّ کو اسلام پر مجبور کرے گی اور نہ بعد مقدمہ چلنے کے اس کے از خود مسلمان ہونے پر وہ معافی کا حقدار ہوگا۔ایسی صورتوں میں اس سزا کی وجہ سے کسی چیز کا منوانا پایا ہی نہیں جاتا۔گویا یہ سزا مجرم سے کوئی چیز منوانے کے لیے نہیں دی جارہی بلکہ اس کی گستاخی کا شاخسانہ ہے۔زبردستی منوانا (اکراہ) تو اس وقت ہوتا جبکہ اسے کہا جاتا کہ وہ اسلام نہ لایا تو ہم اسے قتل کردیں گے اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ثابت ہوا کہ اس آیت کا سبّ رسول کے مرتکب ذمی کے لیے اہل اسلام کے نزدیک مجوزہ سزا سے کوئی تعلق نہیں۔

دیگر امکانی اعتراضات:

ممکن ہے کہ کوئی شخص مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کرلے۔

(۲) "افانت تکره الناس حتی یکونوا مؤمنین"

تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

(ترجمہ کاظمیہ البیان)

(۳) "والذین اتخذوا من دونه اولیاء الله حفیظ علیهم وما انت علیهم بوکیل"

''اور جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو دوست بنایا اللہ ان (کے اعمال) پر نگران ہے اور آپ ان پر مقرر کیے ہوئے نہیں۔'' (ترجمہ کاظمیہ البیان)

(۴) فما ارسلنک علیهم حفیظا

''تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر۔'' (ترجمہ البیان)

(۵) لست علیهم بمصیطر

''آپ ان پر مسلط نہیں۔'' (ترجمہ البیان)

(۶) وما انت علیهم بجبار

''اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔''

(ترجمہ البیان)

(۷) بسم الله الرحمن الرحیم

''اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔''

(ترجمہ کاظمیہ)

آیت نمبر ۲ کا جواب:

یہ تمام آیات بھی زیر بحث مسئلہ میں ہمارے خلاف نہیں اس لیے کہ ذمی کا سب رسول پر قتل اسے زبردستی مومن بنانے کے لیے نہیں جیسا کہ پہلی آیت کے تحت بیان ہو چکا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آیت نمبر ۲ کا ترجمہ خود واضح ہے کہ کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ذمی کافر کی سزا شانِ رسالت میں

گستاخی ثابت ہونے کی صورت میں صرف قتل ہے نہ کہ اسے ایمان پر مجبور کرنا کیونکہ حاکم نہ تو اسے ایمان پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ اسے یہ کہہ سکتا ہے کہ تم ایمان لے آؤ تو تمہاری سزا معاف کر دوں گا بلکہ اگر وہ مقدمہ پیش ہونے کے بعد خود بھی مسلمان ہو تو بھی حاکم اس کی سزا معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں بھی ایک نوع کا اکراہ پایا جاتا ہے۔ یعنی متوقع سزا سے ڈر کر مسلمان ہونا۔

آیت نمبر ۲ کا جواب:

آیت نمبر ۳ یہ بتا رہی ہے کہ کفار کی نگرانی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یعنی وہی تمہیں سزا وجزا دینے والا ہے آپ ﷺ ان کفار کے نگران اور ان کے لیے سزا کے ذمہ دار نہیں کہ آپ ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کے مخالف بننے پر سزا و جزا دیں بلکہ سزا و جزا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ خواہ دنیا میں مسلمانوں سے قتل کرا کر ہو یا بیماریاں اور آفات بھیج کر یا آخرت میں عذاب دے کر یا ان سب کے ذریعے سے۔ اس سلسلہ میں اس کے رسول ﷺ پر طعن نہیں کیا جا سکتا اور یہ تشریح اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں فرمائی ہے کہ "**قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم**" "ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا" ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے کافروں کا قتل ہونا قرآنی ارشاد کے مطابق اللہ ہی کا عذاب اور اس کی طرف سے سزا ہے جو کافروں کے لیے اتری۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت کا سب رسول کے مرتکب ذمی کی سزا کی نفی سے کچھ تعلق نہیں کہ اولاً یہ آیت حربی کافروں کے بارے میں اتری ہے۔ ثانیاً اسے اگر ذمی کافروں کے بارے میں بھی فرض کر لیا جائے تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ کافر ذمی ہوں یا غیر ذمی ان کی سزائیں اللہ کے حکم سے ہیں۔ رسول اور مومن تو اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسا صریح ارشاد نہیں فرمایا جس کے پیش نظر

ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کو سبّ کرنے والے ذمیوں کو آپ کی طرف سے معافی دی جاسکتی۔ کیونکہ یہ سزا اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر ضروری کی گئی ہے اور اس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کا اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ امر اپنے ذمہ لیا ہے۔

آیت نمبر ٤ کا جواب:

آیت نمبر ۴ یہ بتارہی ہے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کو رسول بنایا ہے کافروں کا محافظ مقرر نہیں فرمایا۔ کہ آپ انہیں اسلام نہ لانے پر سزائیں دیں ورنہ محافظ بنانے والا آپ سے جواب طلبی کرے۔ ظاہر ہے اس آیت سے بھی سبّ رسول کے مرتکب ذمی کی سزا کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ذمی کی اس سزا کا مجبور کرنے سے کوئی تعلق نہیں اور نہ انہیں یہ سزا اسلام نہ لانے پر دی جارہی ہے۔

آیت نمبر٥-٦ کا جواب:

ان آیات کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ ﷺ ان پر اس طرح سے مسلط نہیں کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کریں۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ اگر وہ ذمی بن کر کسی جرم کا ارتکاب کریں قتل مومن یا زنا بالمومنہ کے مرتکب ہوں یا حکومت کی جڑیں کھودیں' ملک کے خلاف جاسوسی کریں یا سبّ رسول کے مرتکب ہوں تو انہیں اسلامی قانون کے مطابق (معاذ اللہ) سزا بھی نہ دی جائے بلکہ قرآن مجید ہی کی آیات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بالفعل کافروں پر غلبہ عطا فرماتا ہے۔

(۱) ولكن الله يسلط رسله على من يشاء — "ہاں اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرمادیتا ہے جس پر چاہے۔" (البیان)

(۲) کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی "اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً ضرور میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔" (البیان)

ظاہر ہے جب کافر مغلوب ہوں گے تو ان پر غالب کے احکام بھی نافذ ہوں گے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس غلبہ کے اعلان اور خوشخبری کا رسولوں اور ان کے ماننے والوں کو کیا فائدہ ہوا۔

آیت نمبر ۷ کا جواب:

آیت نمبر ۷ اور اس کے مثل دیگر آیات جو اللہ تعالیٰ کا بے حد رحم والا ہونا ظاہر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کا مطلب مسلمانوں کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ ہر مخلوق کو کسی نہ کسی وقت اس کی کسی طرح رحمت ضرور پہنچتی ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ دوسروں کو ایذاء پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں سزا نہ دے ورنہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف ظالموں کے لیے رحمٰن ورحیم ہے مظلوموں کو اس کی رحمت سے ظالم کے لیے سزا کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ اس کی رحمت سے پیدا ہو کر اس کی نعمتوں پر پل کر ہوش سنبھالتے ہیں پھر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے اور اس کی ذات پاک کو گالیاں دیتے ہیں یا اس کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں وہ سب سے بڑے ظالم ہیں اس لیے اگر انہیں سزا دی جائے تو یہ بھی رحمت کے خلاف نہیں ورنہ رحم عاجزی سمجھا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے اس دنیا میں اپنے مخالفوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا یہاں تک کہ وہ خودسر ہو گئے اور انہوں نے اس کے رسولوں اور اس پر ایمان لانے والوں کو ایذاء پہنچائی اور ظالموں نے اس کی رحمت کو عاجزی سمجھا تو وہ اللہ کے عذاب عظیم کے مستحق قرار پائے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے تو عذاب الیم اور ذوانتقام بھی ہے۔ اگر اس کی رحمت اس کے غضب سے سابق (پہلے) نہ ہوتی تو کسی کافر کو اس دنیا میں بھی اس کی رحمت سے کچھ نہ ملتا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی ذمی اللہ کے کسی رسول کو گالی دے تو مسلمانوں پر اس کا قتل لازم نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت للعالمینی اور ذمی سابّ کی سزا:

اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ورحیم ہونے کی مذکورہ بالا تشریح سے اس شبہ کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں پھر وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ جو ذمی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) گالی دے قتل کر دیا جائے۔

ظاہر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والوں کو سزا ملنا اللہ کی رحمت کے خلاف نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا دلانا بھی حضور کی رحمت کے خلاف نہیں۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی یہ ضروری ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان اپنے ماں' باپ اور اپنی اولاد اور اپنے تمام دوستوں' سرداروں اور حاکموں سے بھی زائد محبت رکھتے ہیں جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہے تو ان تمام مسلمانوں کو اس بات سے اس قدر ایذاء پہنچتی ہے کہ اس سے زیادہ ایذاء ان کے لیے کوئی نہیں بشرطیکہ وہ حقیقتاً مسلمان ہوں۔ لہٰذا لازم ہوا کہ رحمت للعالمین ﷺ کی مسلمانوں پر رحمت ظاہر ہو اور ان کا حق دلانے کے لیے اس موذی گستاخ رسول کو انتہائی سخت سزا دی جائے ورنہ کافر اسے حضور کی رحمت کی بجائے

عاجزی تصور کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔“

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر کسی نبی علیہ السلام کو سبّ کرنے والے ذمی کو سزا نہ ملنا تو حنفیہ کا مسلک ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل، فقیر نے یہ چند حروف ضرورتاً لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور اگر اس مضمون کے دوران فقیر سے کوئی فروگذاشت ہوئی ہو تو وہ اپنے کرم سے عفو فرمائے۔

فقط والحمدلله رب العلمین

والصلوٰة والسلام علی سیّدنا محمد خاتم النبیین

سائر اخوانه الانبیاء والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین

فقیر محمد اقبال محمدی سنی حنفی سعیدی رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

الاحزاب ۵۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

○

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

دُرود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

کتبہٗ: سید خالد ممتاز رضوی

الله

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... جرم توہین رسالت (فقہ حنفی کی روشنی میں)

مصنف .... مفتی محمد اقبال سعیدی

باہتمام .... عمر حیات قادری

سلسلہ اشاعت 41

ناشر .... صفہ فاؤنڈیشن

تعداد 1100

قیمت .... 35 روپے

ملنے کا پتہ

صفہ فاؤنڈیشن مدینہ مارکیٹ دبئی چوک صدر بازار لاہور کینٹ فون: 042-6664563

صفہ فاؤنڈیشن اسماعیل سنٹر 109 چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور فون: 0300-4270965

جرمِ توہینِ رسالت

فقہ حنفی کی روشنی میں

تصنیف:

مفتی محمد اقبال سعیدی

شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف

صُفّہ فاؤنڈیشن